نزولِ عیسیٰ علیہ السلام

چند شبہات کا جواب

از

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام
چند شبہات کا جواب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مکرم و محترم - زیدت الطافہم - آداب و دعوات!

گرامی نامہ مرسلہ (۱۹۷۹/۱۱/۵ء) موصول ہوکر موجبِ منّت ہوا۔ جناب کے خیالات کو بغور پڑھا اور اس سے خوشی ہوئی کہ جناب نے بحث و مجادلہ کا نہیں بلکہ اِفہام و تفہیم کے مقصد کا اظہار فرمایا۔ حق تعالیٰ شانہٗ فہمِ سلیم اور جذبۂ حق طلبی سے مجھے اور آپ کو نوازیں۔ اس ناکارہ کو زیادہ تر انہیں لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جو بحث و مجادلہ ہی کے شوقین ہیں۔ جناب نے یہ لکھا ہے کہ: ”آپ کو مرزائی نہ سمجھا جائے، مرزائیت سے آپ کو کوئی واسطہ نہیں، آپ ایک سیدھے سادے مسلمان ہیں“ اس ناکارہ کو کسی مسلمان کو خواہ مخواہ ”مرزائی“ بناڈالنے کا شوق نہیں۔ نہ اس سے بحث کہ لکھنے والا کون ہے؟ مجھے تو یہ دیکھنا ہے کہ کیا لکھا ہے، اور وہ صحیح ہے یا غلط؟ میں جناب سے بھی توقع رکھوں گا کہ میری معروضات کو ٹھنڈے دِل ہی سے ملاحظہ فرمائیں گے، کوئی صحیح بات قلم سے نکل جائے تو اس کے قبول کرنے میں عار نہیں کریں گے، اور اگر کوئی خطا و سہو واقع ہو تو اس سے مجھے آگاہ فرمائیں گے، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ، اِجماعی عقیدہ ہے:

جناب نے گرامی نامے کا آغاز اس فقرے سے کیا ہے کہ: ”کئی محققینِ اُمت

وفاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔''

تمہیداً گزارش ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ اِختلافی نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مجدّدِ الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک تمام اُمت کا اِجماعی اور متفق علیہ عقیدہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ کی سو سے زیادہ احادیث اس میں وارِد ہیں، اور صحابہؓ و تابعینؒ سے لے کر آج تک یہ عقیدہ متواتر چلا آتا ہے۔

اِمام ابوحنیفہؒ کا حوالہ:

حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ، جنھوں نے صحابہؓ و تابعینؒ کا زمانہ پایا ہے اور جن کا دورِ حیات ۸۰ھ سے ۱۵۰ھ پر محیط ہے، ان کا رسالہ ''فقہِ اکبر'' اسلامی عقائد پر غالباً سب سے پہلی کتاب ہے، اس میں حضرتِ اِمامؒ فرماتے ہیں:

''وخروج الدَّجّال ویأجوج ومأجوج وطلوع الشَّمس من مغربها ونزول عيسَى بن مريم عليه السلام من السماء، وسائر علامات يوم القيامة علىٰ ما وردت به الأخبارُ الصحيحة حقٌّ كائن والله يهدى من يشاء إلىٰ صراط مستقيم۔'' (شرح فقہِ اکبر ص:۱۳۶)

ترجمہ:... ''دجال کا اور یأجوج مأجوج کا نکلنا، آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، اور دیگر علاماتِ قیامت جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارِد ہوئی ہیں، سب حق ہیں، ضرور ہوکر رہیں گی، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔''

حضرت اِمام ابوحنیفہؒ پہلی اور دُوسری صدی کے شخص ہیں، ان کا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو اپنے عقائد کے ذیل میں درج کرنا، اس اَمر کی دلیل ہے کہ پہلی اور

دُوسری صدی کے اکابر ائمۂ دِین بغیر کسی اِختلاف کے اس پر اِیمان رکھتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے انہوں نے یہی عقیدہ سیکھا تھا۔ اس کے بعد جتنے ائمۂ دِین ہوئے، اور جتنی کتابیں اسلامی عقائد پر لکھی گئیں ان میں تواتر اور تسلسل کے ساتھ یہی عقیدہ درج ہوتا رہا۔ اگر یہ سب حضرات دِین کے عالم بھی تھے، قرآن کے ماہر بھی، اور دیانت وتقویٰ سے متصف بھی، تو یہ عقیدہ بھی برحق ہے، اور ایک سیدھے سادے مسلمان کو... جیسا کہ آپ نے اپنے بارے میں تحریر فرمایا ہے... اس پر اِیمان لانا واجب ہے۔

اِمام طحاویؒ کا حوالہ:

چوتھی صدی کے مجدّد اِمام طحاویؒ (متوفی ۳۶۱ھ) نے ایک مختصر رسالہ عقائد اہلِ حق پر لکھا تھا جو ''عقیدۃ الطحاوی'' کے نام سے مشہور ہے، اور مکتب کے بچے بھی اسے پڑھتے ہیں۔ وہ اپنے رسالے کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

''ھٰذا ذکر بیان عقیدۃ أھل السُّنّة والجماعة علیٰ مذھب فقھاء الملّة أبی حنیفة نعمان بن الثابت الکوفی وأبی یوسف یعقوب بن الإبراھیم الأنصاری وأبی عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی رضوان اللہ علیھم أجمعین۔ وما یعتقدون من اُصول الدِّین ویدینون به لربّ العالمین۔'' (ص:۲)

ترجمہ:... ''یہ اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کا بیان ہے، جو فقہائے ملت اِمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی، اِمام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری اور اِمام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی کے مذہب کے مطابق ہے، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ اور ان اُصولِ دِین کو اس رسالے میں ذِکر کیا جائے گا جن کا یہ

حضرات عقیدہ رکھتے تھے، اور جن کے مطابق وہ ربّ العالمین کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے۔“

اِمام طحاویؒ عقیدۂ اہلِ سنت اور مذہبِ فقہائے ملت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے عقیدے کو اِیمانیات میں شمار کرتے ہوئے اس رسالے میں لکھتے ہیں:

”ونؤمن بخروج الدَّجّال ونزول عیسَی بن مریم علیہ السلام من السَّماء وبخروج یأجوج ومأجوج ونؤمن بطلوع الشَّمس من مغربھا وخروج دابة الأرض من موضعھا۔“ (ص:۱۳)

ترجمہ:... ”اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دجال نکلے گا اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، اور یأجوج مأجوج نکلیں گے، اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا اور دابۃ الارض اپنی جگہ سے نکلے گا۔“

یہ سب علاماتِ قیامت کبریٰ ہیں، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلاً، اور قرآنِ کریم نے اِجمالاً بیان فرمایا ہے، اور جن پر اِمام طحاویؒ کی تصریح کے مطابق پوری اُمت ”ایمان“ رکھتی ہے۔

علامہ سفارینیؒ کا حوالہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا اِنکار دورِ قدیم میں صرف فلاسفہ اور ملاحدہ نے کیا، ورنہ کوئی ایسا شخص جو خدا اور رسول پر اِیمان رکھتا ہو، اس عقیدے سے منکر نہیں ہوا۔ چنانچہ علامہ سفارینیؒ (المتوفی ۱۱۸۸ھ) ”لوامع الانوار البہیہ“ میں اس عقیدے کو قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی اور اِجماعِ اُمت سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”أما الإجماع فقد اجتمعت الأمّة علیٰ نزول

عیسَى بن مريم عليه السلام ولم يخالف فيه أحدٌ من أهل الشريعة۔ وإنما أنكر ذٰلك الفلاسفة والملاحدة ممن لَا يعتد بخلافه وقد انعقد إجماع الأمّة أنه ينزل ويحكم بهٰذه الشريعة المحمدية وليس ينزل بشريعة مستقلّة عند نزوله من السماء وإن كانت النبوّة قائمة وهو متصف بها۔" (ج:۲ ص:۹۴)

ترجمہ:... "رہا اِجماع! تو اُمت کا اِجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور جو لوگ شریعتِ محمدیہ پر اِیمان رکھتے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس کے خلاف نہیں کہا۔ اس کا انکار صرف فلاسفہ اور بددِینوں نے کیا ہے، جن کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اُمت کا اِجماع منعقد ہوچکا ہے کہ وہ نازل ہوکر شریعتِ محمدیہ کے مطابق عمل کریں گے، اور آسمان سے اُترتے وقت کوئی الگ شریعت لے کر نہیں اُتریں گے، اگرچہ ان کی نبوّت ان کے ساتھ قائم رہے گی اور وہ نبوّت کے ساتھ متصف ہوں گے۔"

اِمام اشعریؒ کا حوالہ:

اِمام ابوالحسن اشعریؒ (المتوفی ۳۲۴ھ) جو "اِمامِ اہلِ سنت" کے لقب سے مشہور ہیں، اور جنہیں تیسری صدی کا مجدّد تسلیم کیا گیا ہے، "کتاب الابانۃ" (مطبوعہ حیدرآباد دکن) میں لکھتے ہیں:

"وأجمعت الأمّة علىٰ أنّ الله عزّ وجلّ رفع عيسىٰ إلى السماء۔" (طبع دوم مطبوعہ ۱۳۶۵ھ ص:۳۸)

ترجمہ:... "اور اُمت کا اس پر اِجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اُٹھالیا۔"

اِمام سیوطیؒ کا حوالہ:

چونکہ یہ عقیدہ نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ کی طرح متواترِ قطعی ہے، اس لئے اس کے منکر کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دِیا گیا۔ چنانچہ نویں صدی کے مجدّد اِمام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) اپنے رسالے ''الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام'' میں ایک معترض کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''ثم یقال لھٰذا الزاعم ھل أنت اخذ بظاھر الحدیث من غیر حمل علی المعنی المذکور؟ فیلزمک أحدُ الأمرین: إما نفی نزول عیسٰی او نفی النبوّۃ عنہ، وکلاھما کفر۔'' (الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۶۶)

ترجمہ:... ''پھر اس مدعی سے کہا جائے گا کہ کیا تم اس حدیث کے ظاہر کو لیتے ہو؟ اور جو مطلب ہم نے اس کا کیا ہے اس پر محمول نہیں کرتے ہو؟ تو اس صورت میں تجھے دو میں سے ایک صورت لازم آئے گی، یا یہ کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی نفی کرو، یا بوقتِ نزول ان سے نبوّت کی نفی کرو۔ اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔''

اس تقریر سے جناب نے اندازہ کیا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں دوبارہ آنے کا عقیدہ کس قدر اہم اور ضروری ہے۔ اب آپ کے خط کے بارے میں چند اُمور عرض کرتا ہوں۔

اِمام مالکؒ اور اِبنِ حزمؒ اِجماعی عقیدے کے قائل ہیں:

آپ نے اِمام مالکؒ اور اِمام اِبنِ حزمؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ وفاتِ مسیح کے قائل تھے، اور اس سے جناب نے یہ سمجھا کہ وہ ان کے نزول کے بھی منکر ہوں گے، مگر یہ صحیح نہیں۔ اِمام مالکؒ اور اِمام اِبنِ حزمؒ دونوں اس اِجماعی عقیدے پر اِیمان رکھتے ہیں کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے۔ دُوسروں کے حوالوں پر اِعتماد

کرنے کے بجائے مناسب ہوگا کہ ہم اِمام مالکؒ اور اِمام اِبنِ حزمؒ کی اپنی کتابوں پر اِعتماد کریں، اوران کی اپنی تصریحات کی روشنی میں ان کا عقیدہ معلوم کریں۔

اِمام مالکؒ کا حوالہ:

اِمام مالکؒ کی کتاب "العتیبہ" کا تذکرہ آنجناب نے خود بھی فرمایا ہے، اوراس کے حوالے کے لئے اُبیّ کی شرح مسلم اور سنوسی کی "اکمال اکمال المعلم" پر اِعتماد فرمایا ہے۔ اس ناکارہ کا خیال کہ دُوسری کتابوں کی طرح اُبیّ اور سنوسی کی شرحِ مسلم بھی جناب نے خود مطالعہ نہیں فرمائی، بغیر دیکھے کسی کا نقل کردہ حوالہ زیبِ قرطاس کردیا ہے، مناسب ہوگا کہ شرحِ مسلم کی پوری عبارت یہاں نقل کردی جائے:

"قوله صلى الله عليه وسلم: "ينزل فيكم ابن مريم" قلتُ: الأكثر علىٰ أنه لم يمت بل رُفع وفي العتيبة قال مالك: مات عيسىٰ بن مريم ثلاث وثلاثين سنة (ابن رشد) يعني بموته خروجه من عالم الأرض إلىٰ عالم السماء. قال ويحتمل: أنهُ مات حقيقته ويحيىٰ في آخر الزمان إذ لَابد من نزوله لتواتر الأحاديث بذٰلك. وفي العتيبة: كان أبو هريرة يلقى الفتى إلى الشاب فيقول: يا ابن أخي! إنك عسٰى أن تلقٰى عيسىٰ بن مريم فاقرأه منِي السَّلام." (ج:۱ ص:۲۶۵)

ترجمہ:... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "تم میں ابنِ مریم نازل ہوں گے" میں کہتا ہوں اکثر اس پر ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ اُٹھالئے گئے۔ اور "العتیبہ" میں ہے کہ اِمام مالکؒ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ اِمام ابنِ رُشدؒ کہتے ہیں کہ مالکؒ کی مراداُن کے فوت ہونے سے ان کا زمین کے عالم سے نکل کر آسمان کے عالم میں پہنچ جانا ہے۔ اور یہ

بھی احتمال ہے کہ وہ واقعۃً فوت ہوگئے ہوں، اور آخری زمانے میں پھر زندہ ہوں، کیونکہ ان کا نزول لازم ہے، کیونکہ اس پر اَحادیث متواتر ہیں۔ اور ''العتبیہ'' میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کسی نوجوان سے ملتے تو اس سے فرمائش کرتے کہ: بھتیجے! شاید تم عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ملاقات کرو، تو ان سے میرا سلام کہہ دینا۔''

''وفی العتبیة: قال مالک: بین الناس قیام یستمعون لاِقامةٍ فتغشاھم غمامة فإذا عیسیٰ قد نزل۔''

(ج:۱ ص:۲۶۶)

ترجمہ:... ''اور ''العتبیہ'' میں ہے کہ اِمام مالکؒ نے فرمایا کہ: دریں اثنا کہ لوگ کھڑے نماز کی اِقامت سن رہے ہوں گے کہ اتنے میں ان کو ایک بدلی ڈھانک لے گی، دیکھتے کیا ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوچکے ہیں۔''

اس پورے حوالے کو بار بار پڑھئے، اس سے آپ مندرجہ نتائج پر پہنچیں گے:

الف:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی احادیث متواتر ہیں۔

ب:... ''العتبیہ'' میں اِمام مالکؒ کی تصریح کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ٹھیک اس وقت ہوگا جبکہ نماز کی اِقامت ہورہی ہوگی، اور اِمام مصلے پر جاچکا ہوگا (یہ مضمون احادیثِ صحیحہ میں صراحۃً آیا ہے)۔

ج:... ''العتبیہ'' ہی میں اِمام مالکؒ کی تصریح کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر اس قدر وثوق تھا کہ وہ نوجوانوں کو ان کی خدمت میں سلام پیش کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے۔

د:... اِمام مالکؒ کے ان ارشادات کی روشنی میں حضراتِ مالکیہ نے اِمام مالکؒ کے قول کی تشریح یہ فرمائی کہ اس سے حقیقی موت مراد نہیں بلکہ عالمِ اَرضی کے بجائے آسمان پر جارہنا مراد ہے۔

اس پوری تفصیل کے بعد اَب آپ خود فیصلہ فرماسکتے ہیں کہ باقی ساری باتوں سے آنکھیں بند کرکے یہ پروپیگنڈا کرنا کہ اِمام مالکؒ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں، دیانت اور امانت کی آخرکون سی قسم ہے؟ اور یہ بھی دیکھئے کہ اِمام مالکؒ کے بارے میں یہ تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے عین بوقتِ نماز اچانک نازل ہونے کے بھی قائل ہوں، اور انہیں عام مردوں کی طرح وفات شدہ بھی مانتے ہوں؟ اور یہ بھی سوچئے کہ اگر اِمام مالکؒ وفاتِ مسیح کے قائل ہوتے تو ان کے مقلدین اور اَصحابِ مذہب بالاتفاق حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل کیونکر ہوسکتے تھے...؟

نزولِ عیسیٰ کا عقیدہ متواتر ہے، اُبیؒ اور سنوسی کا حوالہ:

یہاں یہ عرض کردینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ اِمام ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبیّ (متوفیٰ ۸۲۷ھ) اور اِمام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی (متوفیٰ ۸۹۵ھ) جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے، انہوں نے علاماتِ قیامت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ ان علاماتِ کبریٰ کا جن کا ثبوت متواتر اور قطعی ہے، اور جن کے وقوع پر اِیمان لانا واجب ہے۔ یہ پانچ علامتیں ہیں: دجال کا نکلنا، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا، یأجوج مأجوج کا خروج کرنا، دابۃ الارض کا نکلنا، اور آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔ اور پانچ کے تواتر میں اختلاف ہے: خسف بالمشرق، خسف بالمغرب، خسف بجزیرۃ العرب، دُخان اور عدن سے آگ کا نکلنا۔ اور بعض حضرات نے علاماتِ کبریٰ میں دو مزید علامتوں کو شمار کیا ہے: فتح قسطنطنیہ اور ظہورِ مہدی۔ یہ ساری تفصیل انہوں نے حدیثِ جبریل کے تحت ذِکر کی ہے (دیکھئے ج:۱ ص:۷۰) اور حدیثِ نبوی: "لَا تقوم الساعة حتّٰی تطلع الشمس من مغربها" کے تحت لکھتے ہیں:

"طلوعها كذٰلک أحد أشراط المنتظرة وهو علیٰ ظاهره وتاوّلته المبتدعة يعني القائلين بالقدم ..... وتقدم في حديث جبريل عليه السلام قول ابن رُشد

الأشراط عشرة والمتواتر منها خمسة۔" (ص:۲۶۹)

ترجمہ:... "سورج کا اس طرح اُلٹی سمت سے طلوع ہونا قیامت کے دن کی علامتوں میں سے ہے، جن کا اِنتظار کیا جاتا ہے۔ اور یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ اور مبتدعہ یعنی (فلاسفہ) جو عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہیں (اور نظامِ عالم درہم برہم ہونے کے اور قیامت برپا ہونے کے منکر ہیں) اس میں تأویلیں کرتے ہیں...... اور حدیثِ جبریل میں ابنِ رُشد کا قول گزر چکا ہے کہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ دس ہیں اور پانچ ان میں (بشمول نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے) متواتر ہیں۔"

ابنِ رُشد، اُبیؒ اور سنوسی سب مالکی ہیں، اور وہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کو متواتر کہہ رہے ہیں اور اِسلام کا معمولی طالب بھی جانتا ہے کہ دِینی متواترات کا اِنکار کفر ہے، اگر اِمام مالکؒ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کے منکر ہوتے تو یہ مالکی ائمہ اس کے تواتر کے کیسے قائل ہوگئے...؟

مجمع البحار کا حوالہ:

آنجناب نے مجمع البحار کے حوالے سے بھی لکھا ہے کہ: "والأکثر أنّ عیسٰی لم یمت، وقال مالک مات۔" خیال ہے کہ جناب کو اس کتاب کے دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا، اُوپر کی عبارت پڑھنے کے بعد مجمع البحار کے حوالے پر تبصرے کے آپ محتاج نہیں ہوں گے، لیکن غلط فہمی دُور کرنے کے لئے میں اس کتاب کی پوری عبارت بھی نقل کئے دیتا ہوں۔ شیخ محمد طاہرؒ مادّہ: "حکم" کے تحت لکھتے ہیں:

"وفیہ ینزل أی حکمًا بھٰذا الشریعة، لَا نبیًّا والأکثر ان عیسٰی لم یمت وقال مالک مات وھو ابن ثلاث وثلاثین سنة ولعله أراد رفعه إلى السماء أو حقیقة

ویجیُٔ آخر الزمان لتواتر خبر النزول۔"

ترجمہ:... "حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حَکَم کی حیثیت سے نازل ہوں گے، یعنی اس شریعتِ مطہرہ کے مطابق فیصلہ کرنے والے حاکم کی حیثیت سے، نہ کہ نبی کی حیثیت سے، اور اکثر اس پر ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ اور اِمام مالکؒ نے فرمایا کہ وہ ۳۳ برس کی عمر میں فوت ہوئے، غالباً اِمامؒ کی مراد ان کا رفعِ آسمانی ہے، یا حقیقتاً فوت ہونا مراد ہے۔ بہرحال وہ آخری زمانے میں دوبارہ آئیں گے، کیونکہ ان کے نزول کی خبر متواتر ہے۔"

یہ ٹھیک وہی مضمون ہے جو اُوپر اُبیؒ کی شرحِ مسلم سے نقل کرچکا ہوں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اِمام مالکؒ یا تو وفات کے قائل ہی نہیں، بلکہ رفع الی السماء پر وفات کا اِطلاق مجازاً ہے، اور اگر بالفرض قائل بھی ہوں تو اسی کے ساتھ حیات بعد الموت کے بھی قائل ہیں۔ ان حضرات کی عقل و فہم بھی قابلِ داد ہے جو اِمام محمد طاہرؒ کو اِمام مالکؒ کا قول نقل کرنے میں تو لائقِ اِعتماد سمجھتے ہیں، اور ٹھیک اسی جگہ جب اِمام محمد طاہرؒ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو قطعی متواتر کہتے ہیں تو وہ ان حضرات کے نزدیک نالائقِ اِعتماد قرار پاتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" کہہ کر ایسے ہی لوگوں کی دیانت و امانت کا ماتم کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اِمام مالکؒ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے میں پوری اُمت سے متفق ہیں۔ متواتر اَحادیث، اِجماعِ اُمت اور خود اِمام مالکؒ کے اپنے اِرشاداتِ عالیہ صریحہ کے مقابلے میں مبہم اور مؤوّل حوالے پر اِعتماد کرکے یہ کہنا کہ اِمام مالکؒ، عیسیٰ علیہ السلام کو عام مرنے والوں کی طرف فوت شدہ سمجھتے ہیں، اس پر وہی مثال صادق ہے کہ ایک صوفی جی بیٹھے رو رہے تھے، کسی نے وجہ پوچھی تو بولے کہ: "گھر سے خط آیا ہے کہ میری بیوی بیوہ ہوگئی ہے!" کسی نے عرض کیا کہ: "حضرت! آپ زندہ سلامت موجود، نصیبِ

دُشمناں آپ کی بیگم کو بیوہ ہونے کا حادثہ کیسے پیش آیا؟'' بولے: ''سوچتا تو میں بھی ہوں، مگر کیا کیجئے گھر کا نائی بھی معتبر ہے!'' ممکن ہے کسی ظریف نے، یا خود بیگم صاحبہ ہی نے لکھ دیا ہو کہ آپ نے تو جیتے جی مجھے ''بیوہ'' کر چھوڑا ہے، گھر کا منہ ہی نہیں دیکھتے، اس سے صوفی جی سمجھے کہ شاید بیگم صاحبہ سچ مچ میرے جیتے جی بیوہ ہوگئی ہیں۔ اسی طرح اِمام مالکؒ اور مالکی حضرات کتنا ہی کہتے رہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے، ضرور آئیں گے، ان کے آنے کی خبر متواتر ہے، یقینی ہے، قطعی ہے، مگر ہمارے ''صوفی جی'' انہی کے حوالے سے اُڑا رہے ہیں کہ وہ مرچکے ہیں، نہیں آئیں گے۔

حاشیہ جلالین اور اِبنِ حزمؒ کے حوالے:

جناب نے حاشیہ جلالین وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اِمام اِبنِ حزمؒ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ غالباً جناب کو اِمام اِبنِ حزمؒ کی کتابیں بھی براہِ راست دیکھنے کا اِتفاق نہیں ہوا، اِمام ابنِ حزمؒ کی کتاب ''الفصل فی الملل والأھواء والنحل'' اس ناکارہ کے سامنے ہے، جس میں انہوں نے کئی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ درج فرمایا ہے۔ اب آپ خود فرمائیں کہ میں اِمام ابنِ حزمؒ کی اپنی تصریحات کا یقین کروں، یا آپ کے حوالے پر اِعتماد کرکے صوفی جی کی بیگم کی بیوگی کا ماتم کروں...؟

ایک جگہ اِجرائے نبوّت کا نظریہ رکھنے والوں پر نکیر کرتے ہوئے حافظ ابنِ حزمؒ لکھتے ہیں:

> ''وقد صح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بنقل الکواف التی نقلت نبوّته وأعلامه، وکتابه، أنه أخبر أنه لَا نبی بعده إلّا ما جاءت الأخبار الصحاح من نزول عیسیٰ علیه السلام الذی بعث إلیٰ بنی إسرائیل۔ وادعی الیهود قتله وصلبه فوجب الْإقرار بهٰذه الجملة وصح أن وجود النبوّة بعده علیه السلام باطلٌ لَا یکون البتة۔'' (ج:۱ ص:۷۷)

ترجمہ:... ''پوری کی پوری اُمت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت، آپ کے معجزات اور آپ کی کتاب کو نقل کیا ہے، اس نے تواتر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے، جن کے نازل ہونے پر احادیثِ صحیحہ موجود ہیں، اور یہ وہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے، اور جن کے قتل و صلب کا یہود کو دعویٰ ہے۔ پس اس سارے مضمون پر ایمان لانا ضروری ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا حصول باطل ہے، قطعاً باطل۔''

ایک جگہ اُصولِ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے ابنِ حزمؒ لکھتے ہیں:

''وأما من قال: ان الله عزّ وجلّ هو فلان، لإنسان بعينه، أو ان الله يحل في جسم من أجسام خلقه، أو ان بعد محمد صلى الله عليه وسلم نبيًّا غير عيسَى بن مريم فإنه لَا يختلف اثنان في تكفيره لصحته قيام الحجة بكل هٰذا عليٰ كل أحدٍ۔'' (ج:۳ ص:۲۴۹)

ترجمہ:... ''جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی ہے، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے جسم میں حلول کرتا ہے، یا یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے آئے گا، تو ایسے شخص کے کافر ہونے کے بارے میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں، کیونکہ ان تمام اُمور میں ہر شخص پر حجت قائم ہوچکی ہے۔''

ابنِ حزمؒ کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ جس طرح ختمِ نبوّت کا مسئلہ قطعی اور متواتر ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانے میں نازل ہونے کا عقیدہ بھی

احادیثِ صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جس عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آنے کی خبر دی گئی ہے، اس سے کوئی نام نہاد مسیح مراد نہیں بلکہ وہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مراد ہیں جن کو ساری دُنیا "رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ" کی حیثیت سے جانتی ہے، اور جن کے قتل وصلب کا یہودیوں کو دعویٰ ہے۔

اب ایک نظر اپنے حوالوں پر بھی ڈال لیجئے!

الف:... آپ نے کتاب الفصل ج:۱ ص:۸۹ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو دیکھا۔ اوّل تو اُوپر کی تصریحات کے مقابلے میں اس عبارت سے وفاتِ مسیح پر اِستدلال کرنا ایسا ہے کہ کوئی شخص قرآنی آیت "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسٰنَ مِنْ نُّطْفَةٍ" سے یہ دعویٰ کرنے لگے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی چونکہ انسان تھے لہٰذا وہ بھی ضرور نطفے ہی سے پیدا ہوئے ہوں گے، اس طرح وہ حضرت آدم علیہ السلام کا نسب نامہ ثابت کرنے لگے۔ اور "مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ" سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی "نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ" سے ثابت کرنے بیٹھ جائے، اور یہ دعویٰ کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی مرد وزَن کے اِختلاط سے ہوئی تھی۔ اہلِ فہم جانتے ہیں کہ ایسے عمومات سے کسی خصوصی مسئلے پر اِستدلال کرنا مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ جب کسی مسئلے میں صاف نص موجود ہو جو اس کی خصوصیت کو بیان کر رہی ہو تو اس کے خلاف عمومات سے اِستدلال صریحاً غلط ہے۔

دُوسرے، انبیاء علیہم السلام کی اَرواح کا مشاہدہ ظاہر ہے کہ بغیر اَجسام کے نہیں ہوا ہوگا۔ اب خواہ اَجسامِ مثالیہ مراد لئے جائیں یا اَرواح کا تجسُّد یعنی اَجسام کی شکل میں ظاہر ہونا، فرض کیا جائے جیسا کہ حضراتِ صوفیہ قائل ہیں، بہرحال اَرواحِ انبیاء کسی نہ کسی جسم میں متشکل ہوئی ہوں گی، اور کہا یہی جائے گا کہ اَرواح کو دیکھا۔ اِدھر عیسیٰ علیہ السلام اپنے اسی جسم کے ساتھ رُوح اللہ کہلاتے ہیں، پس جس طرح دیگر انبیائے کرام کی اَرواحِ طیبات پر اَحکامِ جسد طاری ہوئے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمِ اطہر پر رُوح کے اَحکام عارض ہیں۔ وہاں اَرواح کا تجسُّد تھا، یہاں جسم کا تروّح ہے، اس لئے عیسیٰ علیہ

السلام بھی زندہ ہونے کے باوجود ان کے ساتھ دیکھے گئے۔ الغرض ان کا اَرواحِ انبیاء علیہم السلام میں دیکھا جانا ان کے رفعِ جسمانی کے منافی نہیں۔

تیسرے، حافظ ابنِ حزمؒ نے یہ بات جس سیاق میں کہی ہے اس کو پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہے، حافظ ابنِ حزمؒ یہاں ان لوگوں کے دعوے کو رَدّ کر رہے ہیں جن کا دعویٰ تھا کہ:

"ان محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب صلی الله علیه وسلم لیس هو الآن رسول الله ولٰکنه کان رسول الله صلی الله علیه وسلم۔"

ترجمہ:... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ حیات میں رسول اللہ تھے، اب رسول نہیں... معاذ اللہ۔ استغفر اللہ..."

اس خبیث قول کی وجہ اور بنیاد کیا تھی؟ اس کا ذِکر کرتے ہوئے ابنِ حزمؒ لکھتے ہیں:

"وان ما حملهم علیٰ هذا قولهم الفاسد ان الروح عرض والعرض یفنی ابدًا ویحدث ولا یبقی زمانین۔"

ترجمہ:... "ان کے اس قولِ فاسد کا منشا یہ ہے کہ رُوح عرض ہے، اور عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا، بلکہ اس کے فنا وحدوث کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔"

اس خبیث قول کے سخیف منشا کو رَدّ کرنے کے لئے انہوں نے متعدّد دلائل پیش کئے ہیں، انہیں میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا:

"فهل رأی إلّا أرواحهم التی هی أنفسهم۔"

ترجمہ:... "پس آپ نے ان کی اَرواح ہی کو دیکھا، جو ان کی عین ذات تھیں۔"

اس سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد رُوح فنا نہیں ہوتی، بلکہ باقی رہتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رُوح عرض نہیں بلکہ جوہر ہے۔ اس تقریرِ جواب کو ملاحظہ فرمائیے تو اس سے انبیاء علیہم السلام کی اَرواح کا بقاء اور ان کا (بواسطہ جسمِ مثالی یا بشکل تجسُّدِ رُوح'' قابلِ رُؤیت ہونا بیان کرنا منظور ہے، اور یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی کے ساتھ نفیاً یا اِثباتاً ادنیٰ مس بھی نہیں رکھتی۔ پس ایک عقیدہ قطعیہ اِجماعیہ کے مقابلے میں ایسی عبارت سے اِستدلال کرنا عقل وانصاف سے بے انصافی ہے۔

کشف المحجوب کا حوالہ:

میری اس تقریر کی تائید (ابنِ حزمؒ کی تصریحات کے علاوہ) اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آنجناب نے شیخ علی ہجویری قدس سرہٗ کا قول بھی ''کشف المحجوب'' سے نقل کیا ہے کہ: ''معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح کو دیکھا۔''

حضرتِ شیخ کی پوری عبارت یہ ہے:

''پس آں جسمے بود لطیف کہ بیاید بفرمان خدائے عزوجل، وبرود بفرمان وے، وپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گفت من اندر شبِ معراج آدم، وابراہیم، ویوسف، وموسیٰ، وہارون، وعیسیٰ علیہم السلام درآسمانہا بدیدم، لامحالہ آں ارواح ایشاں باشند۔''

(کشف المحجوب ص:۲۳۲، بحث الکلام فی الروح)

ترجمہ:... ''پس رُوح ایک جسمِ لطیف ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتا بھی ہے، اور اسی کے حکم سے جاتا بھی ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج میں حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو آسمان میں دیکھا، لامحالہ یہ ان حضرات کی اَرواح ہی ہوں گی۔''

اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں: ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے کرام علیہم السلام کا جو دیکھنا فرمایا ہے، شیخؒ نے اس سے تجسُّدِ اَرواح پر اِستدلال فرمایا۔ حضراتِ صوفیاء اَرواح کے تجسُّد اور جسم کے تروّح کے قائل ہیں، مگر ظاہر ہے خود اَرواح کے تجسُّم کی ضرورت اسی صورت میں پیش آئے گی جبکہ رُوح کو جسم سے الگ فرض کیا جائے، اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اسی جسم کے ساتھ ہونا چونکہ معلوم و مُسلَّم عقیدہ ہے، اس سے بقرینۂ عقل وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے جیسا کہ "اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی" سے بقرینۂ عقل حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام مستثنیٰ ہیں۔ دُوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرتِ شیخ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح کو دیکھنا نہیں لکھا، بلکہ ان کا ذکر تغلیباً کیا ہے، جس طرح حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تغلیباً "عمرین" یا شمس و قمر کو تغلیباً "قمرین" کہا جاتا ہے۔ لیکن تنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "عمر" اور سورج کو "قمر" نہیں کہا جائے گا، اسی طرح تنہا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح کو دیکھا، قطعاً غلط بیانی ہوگی۔

بہرحال نصوصِ قطعیہ، احادیثِ متواترہ اور اِجماعِ اُمت کو ایسی مبہم عبارتوں سے رَدّ کرنا سلامتِ فکر کے خلاف ہے۔ حضرت شیخ علی ہجویریؒ جیسا کہ "کشف المحجوب" سے واضح ہے، پکے حنفی ہیں اور اِمام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ میں اُوپر ذِکر کرچکا ہوں، ناممکن ہے کہ شیخؒ عقائد میں اپنے اِمام کے عقیدے سے منحرف ہوں، اس لئے عقیدہ ان کا بھی وہی ہے جو اِمام ابوحنیفہؒ کا، ان کے اصحابِ مذہب کا، اور پوری اُمت کا ہے، چنانچہ اسی "کشف المحجوب" میں حضرتِ شیخؒ لکھتے ہیں:

"اندر آثار صحیح وارد است کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مرقعۂ داشت وے را با آسمان بردند۔" (کشف المحجوب ص:۴۲، شائع کردہ: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۲۴۹ این سمن آباد، لاہور)

ترجمہ:... "صحیح احادیث میں وارِد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں ان کو آسمان پر اُٹھالیا گیا۔"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ علی ہجویریؒ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے قائل ہیں۔

اب آپ خود اِنصاف فرمائیں کہ اکابر کی عبارتوں کو ان کے اپنے عقائد اور ان کی اپنی تصریحات کے خلاف محمول کرنا اور ان سے غلط عقائد کشید کرنا کیا انصاف سے بعید نہیں...؟

المحلّٰی کا حوالہ:

آنجناب نے اِمام ابنِ حزمؒ کی "المحلّٰی" ج:۱ ص:۲۳ سے یہ عبارت نقل کی ہے:

"ان عیسٰی لم یقتل ولم یصلب، ولٰکن توفاہ اللہ عزّ وجلّ ثم رفعہ ..... بقولہ فلما توفیتنی وفاۃ النوم فصح انہ انما عنی وفات الموت۔"

مجھے افسوس ہے کہ جناب نے نہ تو حافظ ابنِ حزمؒ کا مدعا سمجھا ہے، اور نہ آپ نے اپنی منقولہ عبارت کے ٹکڑے میں لفظی ربط ہی ملحوظ رکھا ہے، میری مشکل یہ ہے کہ میں آپ کے ایک ایک حوالے کی تصحیح کروں تو بات پھیلتی ہے، بہرحال اس عبارت کے سلسلے میں بھی چند باتیں گوش گزار کرتا ہوں۔

۱:... حافظ ابنِ حزمؒ کی کتاب "الفصل" سے نقل کرچکا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اَحادیثِ صحیحہ ثابتہ مسندہ موجود ہیں، اور یہ کہ اس پر اِیمان لانا واجب ہے، یہی بات انہوں نے "المحلّٰی" میں بھی دُہرائی ہے، چنانچہ اس کے صفحہ:۹ (جلداوّل) پر لکھتے ہیں:

"وانہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین لَا نبی بعدہ ...... اِلّا أن عیسٰی بن مریم علیہ السلام سینزل۔"

ترجمہ:... "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں،

آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا .... مگر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔“

اس کی تائید میں وہ اپنی سندِ متصل سے صحیح مسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

”جَابِرُ بْنُ عَبْدُاللهِ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ قَالَ: فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُ أَمِیْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ بِنَا! فَیَقُوْلُ: لَا، إِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ أُمَرَاءٌ تَکْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔“ (المحلّٰی ج:۱ ص:۹)

ترجمہ:... ”جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی، اور قیامت تک غالب رہے گی۔ فرمایا: پس (قربِ قیامت میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا اَمیر (یہ اِمام مہدیؓ ہوں گے:.ناقل) ان سے عرض کرے گا کہ: آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ تو آپ فرمائیں گے: نہیں! (یہ نماز آپ ہی پڑھائیں گے) بے شک تم میں سے بعض پر اَمیر ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس اُمت کا اِکرام ہے (کہ ایک اُولوالعزم رسول، اُمتِ محمدیہ کے ایک فرد کی اِقتدا میں نماز پڑھے)۔“

۲:... جیسا کہ سب جانتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قتلِ دجال کے لئے ہوگا، گویا دجال کا خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دونوں لازم وملزم ہیں، اور ایک کا اِقرار، دُوسرے کے اِقرار کو مستلزم ہے۔ حافظ ابنِ حزمؒ اسی ”المحلّٰی“ میں خروجِ دجال کی تصریح بھی فرماتے ہیں:

"وإن الدَّجّال سيأتي وهو كافر أعور ممخرق ذو حيل" (المحلّٰی ج:۱ ص:۴۹)

ترجمہ:... "اور یہ کہ آخری زمانے میں دجال آئے گا، اور وہ کانا کافر ہے، جو بہت سے خرقِ عادت شعبدے دِکھائے گا۔"

اور اس عقیدے پر وہ دو حدیثیں صحیح مسلم کی اور ایک حدیث ابوداؤد کی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں (دیکھئے: المحلّٰی ج:۱ ص:۴۹، ۵۰)۔

۳:... گزشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ ابنِ حزمؒ کے نزدیک نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور خروجِ دجال کا عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔

اب ابنِ حزمؒ کا ایک قاعدہ سن لیجئے جو انہوں نے اسی "المحلّٰی" میں ذکر کیا ہے:

"وكل من كفر بما بلغه وصح عنده عن النبي صلى الله عليه وسلم أو أجمع عليه المؤمنون مما جاء به النبي عليه السلام فهو كافر. كما قال الله تعالىٰ: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ."

(المحلّٰی ج:۱ ص:۱۲)

ترجمہ:... "اور ہر شخص جس نے کسی ایسی بات کا اِنکار کیا جو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی اور اس کے نزدیک اس کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح تھا، یا اس نے ایسی بات کا انکار کیا جس پر اہلِ ایمان کا اِجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، تو ایسا شخص کافر ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: اور جس نے مخالفت کی رسول کی بعد اس کے کہ اس پر صحیح بات کھل گئی، اور وہ چلا مؤمنوں کا راستہ چھوڑ کر، تو ہم اسے پھر دیں گے جدھر پھرتا ہے، اور جھونک دیں گے جہنم میں۔"

۴:... پس جب اُوپر معلوم ہوچکا کہ ابنِ حزمؒ کے نزدیک نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہے، اور یہ کہ اس عقیدے پر پوری اُمت کا اِجماع ہے، اور یہ کہ ایسی ثابت شدہ دِینی حقیقت کا منکر کافر ہے، تو ظاہر ہے کہ ابنِ حزمؒ کو نزولِ عیسیٰ کا منکر قرار دینا ان کے اپنے اُصول کے مطابق ان کو کافر قرار دینے کے ہم معنی ہوا... نعوذ باللہ... اس لئے اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں، یا تو یہ کہا جائے گا کہ ابنِ حزمؒ بھی پوری اُمت کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں، تو اس صورت میں آپ کے حوالے بے کار ہیں، یا یہ کہا جائے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بار فوت ہوچکے ہیں، مگر دوبارہ زندہ ہوکر نازل ہوں گے، جیسا کہ آنجناب نے ''مجموعہ مکاتیبِ اقبال'' جلد اوّل صفحہ:۱۹۴ کے حوالے سے مولانا سیّد سلیمان ندویؒ کا فقرہ نقل کیا ہے کہ: ''ابنِ حزمؒ وفاتِ مسیح کے قائل تھے، ساتھ نزول کے بھی۔'' اگر یہ صورت بھی تجویز کی جائے (جو غالباً آپ کے نزدیک بھی صحیح نہیں) تب بھی یہ ہمیں مضر نہیں۔ اصل بحث تو ان کے نزول کی ہے، حیات و وفات کا مسئلہ تو نزول یا عدمِ نزول کی تمہید ہے کیونکہ جو لوگ حیات کے قائل ہیں، وہ ان کے نزول ہی کی خاطر قائل ہیں، اور جو لوگ وفات کے منکر ہیں، ان کی اصل دِلچسپی بھی انکارِ نزول سے ہی وابستہ ہے۔ پس جبکہ اِمام ابنِ حزمؒ، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں تو گویا نتیجہ و مآل میں اِجماعِ اُمت کے ساتھ متفق ہیں، اور یہ بحث زائد از ضرورت ہوجاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بدستور زندہ ہیں، یا ایک بار مرچکے ہیں، اور پھر زندہ ہوئے یا ہوں گے۔ اس لئے اگر آپ ابنِ حزمؒ کی کسی صریح عبارت سے یہ بھی ثابت کر دِکھائیں کہ ابنِ حزمؒ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں تو اسی کے ساتھ یہ بھی تسلیم فرمالیجئے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہوکر آنے کے بھی قائل ہیں، اور اس اِقرار کے بعد بتایئے کہ مآل و نتیجے کے اعتبار سے میرے عقیدے پر کیا زَد پڑی؟ اور منکرینِ نزولِ مسیح کو ابنِ حزمؒ کے موقف سے کیا نفع ہوا؟ ہاں! اگر ابنِ حزمؒ کو نزولِ عیسیٰ کا منکر ثابت کرنا منظور ہے تو شوق سے کیجئے، مگر ساتھ ہی ان کے اپنے قاعدے کے مطابق ''فھو کافر'' کا فتویٰ بھی تیار رکھئے۔ اور اگر اِبنِ حزمؒ سے یہ کہلانا مقصود ہے کہ پہلا عیسیٰ مرگیا، اور آخری زمانے میں

ایک اور نام نہاد عیسیٰ آئے گا تو از راہِ کرم ’’کتاب الفصل‘‘ جلد اوّل صفحہ:۷۷ کی عبارت ایک بار پھر پڑھ لیجئے، جس میں انہوں نے تصریح کردی ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

۵:... یہ ساری تقریر میں نے اس صورت میں کی ہے جبکہ ابنِ حزمؒ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے واقعۃً قائل بھی ہوں۔ میری نظر سے اب تک امام ابنِ حزمؒ کی کوئی ایسی عبارت نہیں گزری جس میں انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہوجانے کی تصریح کی ہو۔ آنجناب نے جو عبارت نقل کی ہے، اس کے سیاق کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کا رَدّ کرنا چاہتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل وصلب کے قائل ہیں، اس لئے انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی تحویل میں لے کر اپنی طرف اُٹھالیا: ”وان عیسٰی لم یقتل ولم یصلب ولٰکن توفّاہ اللہ عزّ وجلّ ثم رفعہ إلیہ“۔

اس رفعِ آسمانی کے دعوے پر انہوں نے دو آیتیں پیش کی ہیں: ’’وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ‘‘ (النساء:۱۵۷) اور ’’اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ‘‘ (آل عمران:۵۵) اور اس دعوے پر کہ ان کی وفات قتل وصلب کے بجائے طبعی موت سے ہوگی انہوں نے قرآنِ کریم کی یہ آیت نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے: ’’وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ‘‘ (المائدۃ:۱۱۷) ترجمہ: ’’اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب آپ نے مجھ کو اُٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے، اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔‘‘ اور پھر یہ آیت: ’’اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ‘‘ سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ وفاتِ معتاد کی دو ہی قسمیں ہیں: وفاتِ نوم، وفاتِ موت۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول ’’فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ‘‘ میں وفاتِ نوم کا ارادہ نہیں کیا گیا، اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ انہوں نے اس سے وفاتِ موت کا ارادہ کیا ہے، پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ومصلوب نہیں ہوئے، بلکہ ان کی وفات طبعی موت سے

ہوگی، اور اس پر پوری بحث کے نتیجے میں وہ لکھتے ہیں:

"ومن قال انه علیه السلام قتل أو صلب فهو کافر مرتد حلال دمه وماله لتکذیبه القرآن وخلافه الإجماع۔" (المحلّٰی ج:۱ ص:۲۳)

ترجمہ:... "اور جو شخص یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوگئے، یا صلیب دیئے گئے، پس وہ کافر مرتد ہے، اس کا خون و مال حلال ہے، کیونکہ وہ قرآن اور اِجماعِ اُمت کو جھٹلاتا ہے۔"

اس تقریر سے واضح ہوا کہ اِمام اِبنِ حزمؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھالیا۔ اور آیت: "فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ" کے مطابق ان کی وفات جب بھی ہوگی، طبعی موت سے ہوگی۔ رہا یہ کہ یہ موت واقع بھی ہوچکی ہے یا نہیں؟ اور ہوگی تو کب ہوگی؟ اس بحث سے یہاں تعرض نہیں کیا گیا، کیونکہ "فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ" کا قول قیامت کے دن ہوگا، اس لئے قیامت سے پہلے کسی وقت بھی ان کی وفات ہو، یہ جملہ اس پر صادق آتا ہے۔

جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے، میری نظر سے نہیں گزرا کہ اِمام اِبنِ حزمؒ نے کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہوجانے کی تصریح کی ہو۔ مگر وہ ظاہری ہیں اور ظاہرِ اَحادیث سے اِنحراف کو قطعاً رَوا نہیں رکھتے۔ ادھر اَحادیثِ صحیحہ میں وارِد ہے کہ قربِ قیامت میں بعد اَز نزول ان کی وفات ہوگی: "ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون" (مسندِ احمد ج:۲ ص:۴۰۶، ابوداوٗد ج:۲ ص:۵۹۴) اس لئے قیاس یہی کہتا ہے کہ وہ بعد اَز نزول ہی وفات کے قائل ہوں گے، ورنہ دو مرتبہ مرنے کا قول ان کی طرف منسوب کرنا پڑے گا۔

حضرت ابنِ عباسؓ کے حوالے:

آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے "مُتَوَفِّیْکَ" کی تفسیر

''ممیتک'' کے ساتھ کی ہے۔ یہاں بھی آپ نے ادھوری نقل پیش کردی، یہ صحیح ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے، لیکن ان کا مطلب خود ان کے الفاظ میں یہ ہے:

''قال انّی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان۔'' (تفسیر درمنثور ج:۲ ص:۳۶)

ترجمہ:... ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اے عیسیٰ! تجھے سردست اُٹھانے والا ہوں، پھر آخری زمانے میں تجھ کو وفات دُوں گا۔''

حضرت ابنِ عباسؓ کی مکمل تشریح سے آنکھیں بند کرکے یہ لے اُڑنا کہ انہوں نے ''مُتَوَفِّیْکَ'' کی تفسیر ''ممیتک'' کے ساتھ کی ہے، اور اس پر یہ ہوائی قلعہ تعمیر کرلینا کہ وہ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ''لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ'' سے نماز کی حرمت پر اِستدلال کرنے لگے۔

لطیفہ یہ کہ آپ نے ''مُتَوَفِّیْکَ'' ''ممیتک'' کی سند نقل کرنے کا تکلف بھی فرمایا ہے: ''عبداللہ بن صالح نے معاویہؓ سے اور معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے اور علی رضی اللہ عنہ نے ابنِ عباسؓ سے.....'' جناب کی معلومات کی تصحیح کے لئے عرض ہے کہ یہ ''معاویہ'' اور ''حضرت علی'' مشہور صحابی نہیں، جیسا کہ جناب سمجھ رہے ہیں، بلکہ یہ بہت بعد کے راویوں کے نام ہیں، اور ''علی'' سے مراد یہاں ''علی بن ابی طلحہ'' ہیں جو ضعیف بھی ہیں اور ان کا سماع بھی حضرت ابنِ عباسؓ سے ثابت نہیں۔ اس لئے یہ روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی۔ اسی بنا پر میں نے کئی جگہ اس حسنِ ظن کا اِظہار کیا ہے کہ جناب نے حدیث وتفسیر اور دیگر کتابوں کا مطالعہ نہیں فرمایا بلکہ کسی دُوسرے کا جمع کردہ خام مواد آنجناب کے پیشِ نظر ہے۔

جناب کی خدمت میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ سے بسندِ صحیح ثابت ہے کہ یہود، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے اور دار پر کھینچنے میں کامیاب نہیں ہوسکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ سلامت آسمان پر اُٹھالیا اور یہود نے ان کی جگہ کسی دُوسرے شخص کو پکڑ کر قتل وصلب کیا۔ (تفسیر ابنِ کثیر ج:۱ ص:۵۷۴)

ان سے یہ بھی بسندِ صحیح منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لائیں گے، تب تمام اہلِ کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہی مطلب ہے حق تعالیٰ کے ارشاد: ”وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ، وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا“۔ (تفسیر درمنثور ج:۱ ص:۲۴۰)

وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ بنصِ قرآن ”وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانے میں نازل ہوکر دجال کو قتل کرنا قیامت کی نشانی ہے۔

(درمنثور ج:۶ ص:۲۰، مجمع الزوائد ج:۷ ص:۱۰۴، ابنِ جریر ج:۲۵ ص:۵۴)

کیا ان تصریحات کے بعد کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ مانتے ہیں...؟

مولانا سندھیؒ کا حوالہ:

آنجناب نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی جانب منسوب تفسیر ”اِلہام الرحمٰن“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ وفات کے قائل ہیں۔ ”اِلہام الرحمٰن“ مولانا کی طرف منسوب ضرور کی جاتی ہے، مگر جس نے اس کا مطالعہ کیا ہوگا وہ یہ سمجھنے میں تأمل نہیں کرے گا کہ اس کے مضامین مولانا مرحوم کی طرف منسوب کرنا ان پر بڑی زیادتی ہے۔ اس ناکارہ کی تحقیق یہ ہے کہ مولانا مرحوم، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے منکر نہیں تھے، چنانچہ مولانا مرحوم اپنے ”رسالہ محمودیہ“ میں لکھتے ہیں:

”قال الْإمام ولی الله فی التفهيمات الْإلٰهية: فهّمنی ربّی جلّ جلاله، أنک انعكس فيک نور الْإسمين الجامعين نور الْإسم المصطفوی والْإسم العيسوی عليهما الصلوٰة والتسليمات، فعسى أن تكون سادًا لأفق الكمال، غاشيًا لِاقليم القرب، فلن يوجد بعدک إلّا ولک دخل فی تربيته ظاهرًا وباطنًا حتّٰى

ینزل عیسیٰ علیہ السلام۔“ (رسالہ محمودیہ ص:۲۴-۲۶)

ترجمہ:... ”امام ولی اللہ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں کہ:

مجھے میرے رَبّ جل جلالہ نے اِلہام فرمایا ہے کہ: تجھ میں دو جامع اسموں کا نور منعکس ہے، ایک نورِ مصطفوی، اور دُوسرا نورِ عیسوی (علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات) پس توقع ہے کہ تو اُفقِ کمال کو بھرنے والا اور اِقلیمِ قرب کو ڈھانکنے والا ہوگا۔ پس تیرے بعد جو شخص بھی ہوگا اس کی ظاہری و باطنی تربیت میں تیرا دخل ہوگا۔ یہاں تک حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نازل ہوجائیں گے۔“

مولانا سندھی مرحوم، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شارح ہیں، اور وہ حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیقات سے سرِمو تجاوز نہیں کرتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ عقیدۂ حیات ونزولِ مسیح کے مناد ہیں، اس لئے جن ملاحدہ نے مولانا سندھیؒ کی جانب غلط عقائد منسوب کئے، ان کی کوئی ذمہ داری مولانا مرحوم پر عائد نہیں ہوتی۔

عہدِ حاضر کے چند لوگوں کا حوالہ:

آپ نے عہدِ حاضر کے چند حضرات کا حوالہ دیا ہے کہ وہ وفات کے قائل ہیں، جن میں سرسیّد، علامہ مشرقی، چراغ علی، مولانا آزاد، مولانا ظفر علی خان، علامہ فرید وجدی، رشید رضا، محمد عبدہ، علامہ شلتوت، استاد احمد عجوز، مصطفیٰ مراغی، عبدالکریم شریف، عبدالوہاب النجار، ڈاکٹر احمد ذکری کا نام لیا ہے، ان میں سے بعض حضرات کی طرف تو نسبت ہی غلط ہے، مثلاً مولانا آزاد مرحوم، مولانا ظفر علی خان اور علامہ فرید وجدی۔ اس سے قطع نظر میری گزارش یہ ہے کہ یہ حضرات دِینی عقائد میں سند اور حجت نہیں۔ فہمِ قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور سلف صالحینؒ کا ارشاد لائقِ اِستناد ہے۔ مثلاً سرسیّد احمد خان کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ وہ جنت ودوزخ، حشرِ اَجساد، ملائکہ، وحی وغیرہ قطعیاتِ اسلامیہ کے بھی منکر تھے، اور ان میں رکیک تأویلات

کیا کرتے تھے۔ کچھ یہی حالت مصر کے مفتی محمد عبدہ، اوران کے شاگردوں کی تھی۔ بہرحال اگر کسی شخص کے نزدیک یہ لوگ صحابہؓ، وتابعینؒ اور ائمہ مجددینؒ کے مقابلے میں لائقِ اقتدا ہیں اور وہ قیامت کے دن اپنا حشر ایسے لوگوں کے ساتھ چاہتا ہو تو وہ شوق سے ان کے عقائد اپنائے اوران کی پیروی پر فخر کرے۔ لیکن مجھ ایسا فقیر جو یہ چاہتا ہے کہ وہ قیامتؒ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین میں اُٹھایا جائے، اوراس کا حشر صحابہؓ وتابعینؒ، مجددینِ اُمتؒ اوراکابرِ ملتؒ کے ساتھ ہو، اس کے لئے سلف صالحینؒ کے راستے سے ہٹ کر کسی اور کی آواز کے پیچھے چل پڑنا مشکل ہے:

ستعلم لیلیٰ أیّ دین تداینت

وأیّ غریمٍ فی التقاضی غریمها

ترجمہ:... ''لیلیٰ کو بہت جلد معلوم ہوجائے گا کہ اس نے کیا اُدھار لیا ہے؟ اور وصولی کے دن اس کا قرض خواہ کون اور کیسا ہوگا؟''

میں اِجماعِ اُمت کے مقابلے میں عہدِ حاضر کے چند متجددین کے اقوال کو گوزِ شتر سمجھتا ہوں، اورسلف صالحینؒ سے منحرف کج رولوگوں کی ہم نوائی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، یہ وہی لوگ ہیں جن کو حدیث شریف میں ''فیج اعوج'' (گمراہ اورکج رولوگ) فرمایا گیا ہے۔

کیا حیاتِ مسیح کا عقیدہ عیسائیوں سے لیا گیا ہے؟

جناب نے ایک خاص نکتہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: ''ہماری سابقہ تفاسیر اِسرائیلی روایات کے اثر سے خالی نہیں'' اور یہ کہ: ''اکثر مسلمانوں نے عیسائی عورتوں سے شادیاں کیں، گو بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع بھی کردیا۔'' غالباً آپ مجھے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ مسلمانوں نے عیسائی عورتوں کی تعلیم سے لیا ہے۔ یوں تو آج کل عقل وشعور سے کام لینے کی ضرورت کم ہی سمجھی جاتی ہے،

اس لئے یہ ایک فیشن بن گیا ہے کہ جو بات اپنی خواہش اور عقلِ نارسا کے ذرا بھی خلاف ہو، اسے یا تو غریب مُلّا کے سر مڑھ دیا جائے، یا کم از کم یہ پروپیگنڈا تو ضرور کیا جائے کہ یہ کسی غیر قوم کی سکھائی ہوئی بات ہے۔ پرویز صاحب نے ''عجمی سازش'' کا ہوّا کھڑا کرکے اپنے نیازمندوں کو نماز روزہ اور حج وزکوٰۃ ایسے بنیادی ارکانِ اسلام سے بھی چھٹی دِلادی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کو بھی ''عیسائی سازش'' کہہ کر اس اسلامی عقیدے سے سبکدوش کردیا جائے تو کون سی تعجب کی بات ہے؟ جب خدا کا خوف دِل میں نہ ہو، اور اُمت کے اکابر واعاظم کی عظمت سے سینہ خالی ہو تو اِسلام کے قطعیات ومتواترات کو ٹھکرا دینا کون سی مشکل بات ہے...؟ لیکن آپ کو ماشاء اللہ عقل وشعور کی اور فہم واِدراک کی دولت اللہ تعالیٰ نے مفت دے رکھی ہے، اس لئے میں آپ سے چند موٹی موٹی باتوں پر غور کرنے کی اپیل کرتا ہوں، سوچ سمجھ کر آپ جو فیصلہ فرمائیں وہ آپ کی صوابدید ہے۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے عقیدے میں چھ وجہ سے فرق ہے:

۱- سب سے پہلے تو اس پر غور کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ کیا ہے؟ اور عیسائی عقیدہ کیا ہے؟ اور یہ کہ ان دونوں کے درمیان کوئی مطابقت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے جس سے اس بدگمانی کی گنجائش ہو کہ مسلمانوں نے یہ عقیدہ... نعوذ باللہ... عیسائی عورتوں سے سیکھا ہوگا؟ اس کے لئے مندرجہ ذیل نکات پر غور فرمائیے:

پہلا فرق:... عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے، انہوں نے آپ کو ذلیل کیا، منہ پر تھوکا، طمانچے رسید کئے، کانٹوں کا تاج پہنایا، اور ''یہودیوں کا بادشاہ'' کی پھبتی ان پر اُڑائی، جبکہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودِ نانہجار کے ہاتھ ہی نہیں آئے، اور وہ عیسائیوں کے مندرجہ بالا خیالات کو خالص کذب ودروغ اور کفرِ صریح سمجھتے ہیں، **لقولہ تعالیٰ: "وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ"** وقولہ تعالیٰ: **"وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ"**۔

دُوسرا فرق:... عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹکائے گئے، اس کے برعکس اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نہ مقتول ہوئے نہ مصلوب، بلکہ اسلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر لٹکائے جانے کے عقیدے کو خالص کفر سمجھتا ہے، لقولہ تعالیٰ: ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ''۔

تیسرا فرق:... عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح تین دن قبر میں مدفون رہے، اسلام اس کی سرے سے نفی کرتا ہے۔

چوتھا فرق:... عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح تیسرے دن خدا بن کر آسمان پر چلے گئے، جبکہ اسلام ان کی اُلوہیت کو کفر قرار دیتا ہے، لقولہ تعالیٰ: ''لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ'' (المائدۃ:۱۷) ترجمہ: ''بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابنِ مریم ہے۔''

اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح ملائکہ اور رُوحیں آسمان پر جاتی ہیں، لقولہ تعالیٰ: ''تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ'' (المعارج:۴) اور اس سے ان کا خدا ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہود کے شر و مکر سے بچاکر آسمان پر اُٹھالیا، لقولہ تعالیٰ: ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ'' (النساء:۱۵۷، ۱۵۸) ترجمہ: ''اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا''۔

اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش حضرت جبریل علیہ السلام کے پھونک مارنے سے ہوئی تھی، لقولہ تعالیٰ: ''فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا'' (الانبیاء:۹۱) اور ان کو مجسم رُوح اللہ فرمایا گیا ہے، اس لئے فرشتوں اور اَرواح کی طرح ان کا آسمان پر اُٹھایا جانا ذرا بھی مستبعد نہیں، اور نہ اس سے ان کی خدائی لازم آتی ہے، اَرواح و ملائکہ کی طرح وہ مخلوق اور بندے تھے، بندے ہیں اور بندے ہی رہیں گے، مخلوق کا خالق بن جانا عقلاً ممتنع اور شرعاً باطل اور کفر ہے۔

پانچواں فرق:... عیسائی کہتے ہیں کہ اب مسیح کو کبھی موت نہیں آئے گی، مگر

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی موت آئے گی، چنانچہ قیامت کے قریب نازل ہونے اور خدماتِ مفوّضہ انجام دینے کے بعد ان کی بھی وفات ہوگی، لقولہ تعالیٰ:
"قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللهِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ" (المائدۃ:۱۷) ترجمہ: "آپ یوں پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابنِ مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے۔"

وقولہ تعالیٰ: "وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ" (النساء:۱۵۹) ترجمہ: "اور جتنے فرقے ہیں اہلِ کتاب کے، سو عیسیٰ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

وقولہ علیہ السلام: "وان عیسٰی یأتی علیہ الفناء" (درمنثور ج:۲ ص:۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "بے شک عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی۔"

وقولہ علیہ السلام: "ثم یتوفّٰی ویصلی علیہ المسلمون" (مسند احمد ج:۲ ص:۴۰۶، ابوداؤد ج:۲ ص:۵۹۴) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "پھر عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوجائے گا اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔"

وقولہ علیہ السلام: "ثم یموت ویدفن معی فی قبری" (مشکوٰۃ ص:۴۸۰) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "پھر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی اور ان کو میرے ساتھ میرے روضے میں دفن کیا جائے گا۔"

چھٹا فرق:... عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ مسیح قیامت کے دن داورِ محشر کی حیثیت میں آکر دُنیا کے درمیان عدالت کرے گا، اس کے برعکس اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ قیامت سے ذرا پہلے فتنۂ دجال کا قلع قمع کرنے اور یہود کے شرور وفتن کو مٹانے کے لئے آئیں گے، لقولہ تعالیٰ: "وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ" (النساء:۱۵۹)۔

وقولہ علیہ السلام: "والذی نفسی بیدہ! لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حَکَمًا عدلًا" (بخاری ج:۱ ص:۴۹۰) اور قیامت کے دن وہ خود داورِ محشر

نہیں ہوں گے، بلکہ داورِ محشر کی عدالت میں گواہ ہوں گے، لقولہ تعالیٰ: "وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا" (النساء:۱۵۹)۔

مندرجہ بالا چھ وجوہِ فرق پر غور کرکے اِنصاف کیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی عقیدہ، عیسائیوں کے اوہامِ باطلہ کی قطعاً ضد ہے یا نہیں؟ اور پھر خود اپنی عقلِ خداداد سے فتویٰ پوچھئے کہ آخر غریب مسلمانوں نے عیسائی عورتوں سے کیا سیکھ لیا تھا؟ اگر عیسائیت نے مسلمانوں کو متأثر کیا ہوتا تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہود کے ہاتھوں گرفتاری، مضروبیت اور مصلوبیت کے قائل ہوتے۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ" کی نصِ قطعی کے کلہاڑے سے تقدیسِ صلیب کے عیسائی عقیدے کی سرے سے جڑ کاٹ دیتا ہے، بیچاری عیسائی عورتیں مسلمانوں کو کیا سکھا سکتی تھیں...؟

۲:... یہ بھی دیکھئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ تیرہ سال بعد ہوا ہے، اور بقول آپ کے انہوں نے مسلمانوں کو عیسائی عورتوں کے نکاح سے منع کردیا تھا۔ گویا عیسائی عورتوں کا جادو اس سے پہلے چل چکا تھا، اور وہ بقول آپ کے مسلمانوں کے ذہن میں عیسائی عقیدہ اُتار چکی تھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے فہم و شعور بخشا ہے، تو کیا صحابہ کرامؓ کے حق میں اس اِحتمال کی گنجائش ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ تعلیم کو آٹھ دس سال ہی کے عرصے میں ایسا مٹایا کہ ناپاک عیسائی عورتوں نے ان کے ذہنوں کو عیسائی عقائد کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس رُفقاء کے حق میں آنجناب... بقائمی عقل و شعور... ایسا حسنِ ظن رکھتے ہیں تو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آج چودہ سو سال بعد آپ کو اِسلام کی کسی بات پر کیسے یقین ہے...؟

۳:... اور پھر آنجناب کا یہ فقرہ کس قدر غیر ذمہ دارانہ ہے کہ: "اکثر مسلمانوں نے عیسائی عورتوں سے شادیاں کیں" گویا عیسائی عورتوں سے شادیاں کرنے والوں کی اکثریت تھی اور دُوسرے مسلمان اقلیت میں تھے۔ جناب کو علم ہے کہ رحلتِ نبوی کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی، اور شام و عراق کی فتوحات کے نتیجے میں اس تعداد

میں کئی گنا اِضافہ ہوا ہوگا۔ اب اگر بطورِ مثال مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ فرض کرلی جائے، تو آپ کے قول کے مطابق کم از کم پانچ لاکھ سے زیادہ مسلمانوں نے تو ایسی شادیاں ضرور کی ہوں گی۔ کیا آپ ان ہولناک اعداد و شمار کا کوئی تاریخی ثبوت پیش کرسکتے ہیں؟ ثبوت تو خیر بعد کی بات ہے، کیا آپ کی عقل اس کو تسلیم کرتی ہے؟ مسلمانوں کو اِسلام کے قطعی عقائد سے بدظن کرنے کے لئے تاریخی حقائق کو اس طرح مسخ کرنا، خود سوچئے کہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے...!

ان صحابہؓ کے نام جنھوں نے نزولِ مسیح کا عقیدہ نقل کیا:

۴:... جناب کو یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ حضراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا عقیدہ نقل کیا ہے، ان کی تعداد کتنی ہے؟ ذیل میں ایک مختصر سی فہرست پر نظر ڈالئے:

۱-ابواُمامہ باہلیؓ	۲-ابوالدرداءؓ
۳-ابورافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۴-ابوسعید الخدریؓ
۵-ابوہریرہؓ	۶-انس بن مالکؓ
۷-ثوبانؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۸-جابر بن عبداللہؓ
۹-حذیفہ بن اُسیدؓ	۱۰-حذیفہ بن الیمانؓ
۱۱-سفینہؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲-سمرۃ بن جندبؓ
۱۳-سلمہ بن نفیلؓ	۱۴-اُمّ المؤمنین صفیہؓ
۱۵-اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ	۱۶-عبدالرحمٰن بن سمرۃؓ
۱۷-عبداللہ بن سلامؓ	۱۸-عبداللہ بن عباسؓ
۱۹-عبداللہ بن عمرؓ	۲۰-عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ
۲۱-عبداللہ بن مسعودؓ	۲۲-عبداللہ بن المغفلؓ
۲۳-عثمان بن عاصؓ	۲۴-عمار بن یاسرؓ

۲۵-عمران بن حصینؓ ۲۶-عمرو بن عوف المزنیؓ
۲۷-کیسان بن عبداللہؓ ۲۸-نافع بن کیسانؓ
۲۹-نواس بن سمعانؓ ۳۰-واثلہ بن الاسقعؓ

یہ تیس صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسمائے گرامی کی فہرست ہے، جو میں نے ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' سے عجلت میں نقل کی ہے۔ اگر فرصت میں تتبع اور تلاش سے کام لیا جائے، تو اس میں خاصا اِضافہ ممکن ہے۔ اب میں جناب سے دو باتیں دریافت کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ ان تیس صحابہ کرامؓ میں سے کس کے گھر میں ایسی عورت تھی جس کی تعلیم سے متأثر ہوکر اس نے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کی تبلیغ شروع کردی؟ یقیناً اس کا جواب آپ نفی میں دیں گے۔ اب خود ہی اِنصاف فرمائیے کہ عیسائی عورتوں کے افسانے تراش کر ایک قطعی و اِجماعی عقیدے پر خاک ڈالنے کی کوشش کرنا کیا عقل و دانش کی رُو سے صحیح ہے؟

دُوسری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ دِینِ اسلام کے وہ یقینی و قطعی مسائل جن پر اِسلام کی بنیاد ہے، اور جن کا اِنکار بغیر کسی شک و شبہ کے کفر ہے، کیا آپ ان میں سے ایک ایک پر تیس صحابہ کرامؓ کی شہادت پیش کرسکتے ہیں؟ مثلاً نمازِ فجر کی دو، ظہر، عصر، عشاء کی چار چار اور مغرب و وتر کی تین تین رکعتیں ہیں، سونے چاندی کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد ہے، وغیرہ وغیرہ، یہ ایسے مسائل ہیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا، اور جو شخص اِنکار کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ کیا آپ ان میں سے ہر ایک پر تیس صحابہ کرامؓ کی سو سے زائد احادیث کا حوالہ دے سکتے ہیں؟ پھر کس قدر عجیب بات ہے کہ جو عقیدہ تیس صحابہ کرامؓ کی ایک سو سے زائد اَحادیث سے ثابت ہے، اور جس پر پوری اُمت کے اکابر مجدّدینؒ کی مہرِ تصدیق بھی ثبت ہے، وہ آنجناب کو عیسائی عورتوں کی تعلیم کا شاخسانہ نظر آتا ہے...!

انصاف کیجئے! اگر ایسے قطعی عقائد کو جو تمام اُمت کے مُسلَّمہ ہوں، اور جن پر ایک دو نہیں، اِکٹھے تیس صحابہؓ کی سو سے زیادہ شہادتیں موجود ہوں، عیسائی عورتوں کی تعلیم کا اثر کہہ

کر رَدّ کیا جاسکتا ہے، تو کیا دِین کے ایک ایک رُکن، ایک ایک عقیدے اور ایک ایک مسئلے کو اسی غلط منطق سے نہیں اُڑایا جاسکتا...؟

۵:...جناب کو اس نکتے پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کیا صحابہ کرامؓ...نعوذ باللہ...ایمان کے ایسے ہی کچے تھے کہ ان پر عیسائی عورتوں کا جادو چل گیا اور وہ اس سے متأثر ہوکر عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا عقیدہ جما بیٹھے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اس کو ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول'' کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنے لگے؟ اناللہ وانا الیہ راجعون!

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار شاگردوں کے بارے میں کسی معمولی عقل وفہم کے آدمی کی عقل ایک لمحے کے لئے بھی یہ تسلیم کرسکتی ہے کہ وہ اجنبی عقائد وافکار کو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے اِفتراء علی اللہ اور اِفتراء علی الرسول ایسے سنگین جرم کا اِرتکاب کرسکتے تھے؟ مجھے توقع ہے کہ اگر آپ ان اُمور پر غور فرمائیں گے تو آپ کا ضمیر ووجدان خود شہادت دے گا کہ آپ نے صحیح نقطۂ نظر سے اس مسئلے کا جائزہ نہیں لیا۔

''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' کی تفسیروں میں تضاد نہیں:

آنجناب نے آیت: ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ'' کے بارے میں مفسرین کے اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے تیرہ اقوال نقل فرمائے ہیں، اور اس سے یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ:

> ''ان تمام متضاد خیالات سے یہ امر واضح ہے کہ مفسرین سے قطعی طور پر کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا اور یہ عقیدہ ظنی بنا پر قائم ہے، اگر کسی نصِ صریح پر بنا ہوتی تو اس قدر متضاد آراء نہ ہوتیں، اور کئی توجیہیں نہ کرنا پڑتیں۔''

جناب کا یہ شبہ بھی صحیح طرزِ فکر اِختیار نہ کرنے کا نتیجہ ہے، اس سلسلے میں چند اُمور گوش گزار کرتا ہوں۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ کتاب وسنت اور اِجماع سے ثابت ہے:

ا:... جہاں تک اس عقیدے کے قطعی یا ظنی ہونے کا تعلق ہے، اس پر گزشتہ سطور میں عرض کرچکا ہوں، تاہم مختصراً اتنی بات مزید عرض کرتا ہوں کہ ہمارے دِین کا مدار نقل پر ہے، اس لئے دِین کے مسائل دو قسم کے ہیں، جو مسائل قرآنِ کریم کی نص، حدیثِ متواتر یا اِجماعِ اُمت سے ثابت ہوں، وہ قطعی ہیں، اور جو مسائل دلیلِ ظنی سے ثابت ہوں وہ ظنی کہلاتے ہیں۔ اسلامی عقائد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قرآنِ کریم، حدیثِ متواتر اور اِجماعِ اُمت تینوں سے ثابت ہے۔

قرآنِ کریم سے ثبوت:

قرآنِ کریم کی متعدّد آیات میں اس عقیدے کو بیان فرمایا گیا ہے، مثلاً:

الف:... ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ''

(النساء:۱۵۹)

ترجمہ:... ''اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا۔''

اس آیت میں ان کے صحیح سالم آسمان پر اُٹھائے جانے کی خبر دی گئی ہے۔

ب:... ''وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ'' (آل عمران:۵۴)

ترجمہ:... ''اور لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں۔''

اس آیت میں یہود کی تدبیر کے مقابلے میں جس اِلٰہی تدبیر کا ذِکر فرمایا گیا ہے، اس سے حضراتِ مفسرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحفاظت زندہ آسمان پر اُٹھالینا مراد لیا ہے۔

ج:... ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔'' (النساء:۱۵۹)

ترجمہ:... ''اور جتنے فرقے ہیں اہلِ کتاب کے، سو عیسیٰ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے۔''

اس آیت میں ان کے قربِ قیامت میں آنے کی خبر دی گئی ہے۔

د:... ''وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ'' (الزخرف:۶۱)

ترجمہ:... ''اور وہ (یعنی عیسیٰ) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں۔''

اس آیت میں ان کے نزول کو قیامت کی نشانی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح ابنِ حبان میں اس آیت کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کی ہے:

''قال: نزول عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامة۔''

(موارد الظمآن ص:۴۳۵)

ترجمہ:... ''آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا۔''

ہ:... ''هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔'' (الصف:۹)

ترجمہ:... ''(چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اس اِتمامِ نور کے لئے) اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دِین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دِین) کو تمام (بقیہ) دِینوں پر غالب کردے۔''

اس آیت کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی... جو اس عقیدے کے بدترین مخالف ہیں... یہ اِقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ:

''یہ آیت جسمانی اور سیاستِ مِلکی کے طور حضرت مسیح کے

حق میں پیش گوئی ہے، اور جس غلبۂ کاملہ دِینِ اسلام کا (اس آیت میں) وعدہ دِیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا، اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دِینِ اسلام جمیع آفاق اور اَقطار میں پھیل جائے گا۔'' (براہینِ احمدیہ ص:۴۹۸)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے تصریح کی ہے:

۱- مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی پیش گوئی فرمائی ہے۔

۲- اس آیت میں جس غلبۂ اِسلام کا ذِکر ہے، وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعے ہوگا۔

۳- آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قربِ قیامت میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو پوری دُنیا میں ہر چارسو اِسلام ہی اِسلام ہوگا، باقی تمام مذاہب مٹ جائیں گے۔

یہی بات مرزا صاحب نے مع اِضافہ کے ''چشمہ معرفت'' میں دُہرائی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''ھو الذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق لیظھره علی الدین کله۔ (الصّف:۹)

یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دِین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دِین پر غالب کردے، یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کردے۔

اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلّف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا جو ہم سے

پہلے گزر چکے ہیں، اتفاق ہے کہ یہ عالمگیر غلبہ "مسیح موعود" کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔" (چشمہ معرفت ص:۸۳)

مرزا صاحب نے اس عبارت میں جو زورِ کلام صَرف کیا ہے وہ ہر اُردوخواں شخص پر واضح ہے، اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱- مندرجہ بالا آیت میں غلبۂ اسلام کی قطعی اور دوٹوک پیش گوئی کی گئی ہے۔

۲- یہ پیش گوئی آج تک ظاہر نہیں ہوئی، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے کسی زمانے میں۔

۳- یہ بات خود ناممکن اور محال ہے کہ اللہ تعالیٰ بطور پیش گوئی کے کوئی خبر دیں اور وہ پوری نہ ہو۔

۴- اس لئے گزشتہ صدیوں کے تمام مفسرین، محدثین، مجدّدین اور اکابرِ اُمت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو پیش گوئی کی گئی ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے متعلق ہے، اور اِسلام کا یہ عالمگیر غلبہ آخری زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دور میں ظہور پذیر ہوگا، جبکہ اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے۔

پس مرزا صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے دو باتیں قطعی طور پر ثابت ہوئیں:

۱- قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی قطعی اور غیرمبہم پیش گوئی کی گئی ہے، ناممکن ہے کہ وہ پوری نہ ہو۔

۲- قرآنِ کریم کی اس قطعی پیش گوئی کے مطابق گزشتہ صدیوں کی پوری اُمت کا اس عقیدے پر اِجماع ہے کہ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اب اگر آنجناب کے دِل میں انصاف کی کوئی رمق باقی ہے تو میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا قرآنِ کریم کی اس قطعی پیش گوئی کے بعد... جس پر تمام متقدمین کی "مہرِ اِجماع" ثبت ہے... کیا اس عقیدے میں کوئی شبہ رہ جاتا ہے کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری ہوگی...؟

حدیثِ متواتر اور اِجماع سے ثبوت:

جہاں تک حدیثِ متواتر اور اِجماعِ اُمت کا تعلق ہے، وہ آنجناب نے گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرمالیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کی خبر متواتر ہے اور پوری اُمتِ محمدیہ کا اس پر اجماع ہے۔ مناسب ہے کہ یہاں بھی مرزا قادیانی کا مزید حوالہ پیش کردُوں، کیونکہ سب سے بڑے معاند کی شہادت زیادہ لائقِ اِطمینان ہوتی ہے، وہ ''اِزالہ اوہام'' میں لکھتے ہیں:

> ''مسیح ابنِ مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجے کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے، اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن نہیں ہوتی، تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔''
>
> (ص:۵۵۷)

اور ''شہادۃ القرآن'' میں مرزا صاحب نے اس مضمون کو کئی صفحوں میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے، صفحہ:۹ پر اس کے تواتر کو ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہ پیش گوئی عقیدے کے طور پر اِبتدا سے مسلمانوں کے رگ و ریشے میں داخل چلی آتی ہے، گویا جس قدر اس وقت رُوئے زمین پر مسلمان موجود تھے اسی قدر اس پیش گوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں، کیونکہ عقیدے کے طور پر وہ اس کو اِبتدا سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث اِمام بخاری وغیرہ نے اس پیش گوئی کی نسبت اگر کوئی اَمر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کروڑہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدے کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعامل کے لئے روایتی سند کو تلاش کیا اور روایاتِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے جن کا ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا

جاتا ہے، اسناد کو دِکھایا۔“

اس سے پہلے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جب اس پیش گوئی کے تواتر کا سلسلہ ہم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بدیہی طور پر پہنچتا ہے ”تو پھر بھی اس پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرتِ ایمانی اور عقلِ انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔“

الغرض جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ پوری اُمت کا متفق علیہ ہے، متواتر اَحادیث اور قرآنِ کریم کی آیاتِ بینات اس کی پشت پر موجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے لے کر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک ایک بھی عالمِ دِین اور لائقِ اِقتدا اِمام اس کا منکر نہیں تو اس عقیدے کو ”ظنی“ اور مشکوک نہیں کہا جاسکتا، اور کوئی سلیم العقل شخص متواترات کو ”ظنی“ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا...!

آیت ”اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ“ میں تفسیری اقوال کی شرح:

۲:...آنجناب نے آیتِ کریمہ: ”مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ“ میں ذکرکردہ اقوال کو ”متضاد“ فرمایا ہے۔ یہ بھی جناب کی غلط فہمی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے چار وعدوں کا ذِکر ہے: توفی، رفع، تطہیر اور آپ کی پیروی کرنے والوں کو آپ کے منکروں پر غالب رکھنا۔ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں ”رفع“ کا وعدہ رفعِ جسمانی پر محمول ہے، اور یہ وعدہ پورا ہوچکا ہے، جس کی اطلاع سورۃ النساء کی آیت: ”وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ“ میں دی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کی دست بُرد سے نکال کر صحیح سالم اپنی طرف اُٹھالیا۔ آیتِ کریمہ کا یہی وہ مرکزی نقطۂ نظر ہے جس پر تمام مفسرین اور پوری اُمت متفق ہے اور جس میں کسی کو نہ کلام ہے نہ اِختلاف، بلکہ وہ پوری اُمت کا اِجماعی عقیدہ ہے۔

مفسرین نے توفی کے مفہوم میں جو متعدّد توجیہات کی ہیں اور جن سے آپ پریشان خاطر ہیں ان کا منشا یہ ہے کہ ”توفی“ کی مفہوم میں متعدّد اِحتمالات کی گنجائش ہے،

اور جو اِحتمال بھی لیا جائے وہ ''رفعِ جسمانی'' کے موافق ہے۔ ''توفی'' کو خواہ بمعنی قبض لیا جائے، خواہ استیفا، نوم یا موت کے معنوں میں، بہرصورت وہ رفعِ جسمانی سے ہم آہنگ ہے۔ اس کے خلاف ان توجیہات کا یہ مدعا نہیں کہ حضراتِ مفسرین کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ جسمانی الی السماء میں تردّد ہے، بلکہ یہ مقصد ہے کہ ''توفی'' کے مفہوم میں کوئی ایسا اِحتمال نہ رہنے دیا جائے جس کی تطبیق رفعِ جسمانی الی السماء کے ساتھ نہ کر دِکھائی جائے، تاکہ کل کسی ملحد کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ کوئی اِحتمال نکال کر رفعِ جسمانی کی نفی پر آمادہ ہوجائے۔ یہ قرآنِ کریم کا اِعجاز اور حضراتِ مفسرینؒ کی ژرف نگاہی ونکتہ سنجی کا کمال ہے کہ ''توفی'' کے جو معنی بھی لئے جائیں اور اس کی جو توجیہ بھی کی جائے، مدعا وہی رہتا ہے، اور نتیجہ وہی رفعِ جسمانی الی السما نکلتا ہے۔ مجھے آنجناب کی انصاف پسندی سے سخت شکوہ ہے کہ جو بات قرآنِ کریم کے محاسن اور علمائے قرآن کے کمالات میں شمار کرنے کے لائق تھی، اسی کو آپ عیب اور فضیحتاً سمجھ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ لفظ ''مُتَــــــوَفِّیکَ'' کی متعدّد توجیہات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ حضراتِ مفسرینؒ کو اس عقیدے میں ...معاذ اللہ... تردّد تھا، یا یہ کہ اس عقیدے کی بنیاد قطعی نہیں ظنی ہے، علم ودانش سے بہت بڑی بے انصافی ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ جس عقیدے کی قطعیت ہر شک و اِرتیاب اور ظنون واَوہام سے بالاتر ہے، وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح سالم آسمان پر اُٹھایا جانا۔ جس کو قرآنِ کریم نے ''بَـلْ رَّفَعَـهُ اللهُ اِلَيْـهِ'' میں ذِکر فرمایا ہے اور جس کا وعدہ ان سے ''وَرَافِـعُـکَ اِلَـیَّ'' میں کیا گیا تھا۔ اس میں نہ کسی مسلمان کو کبھی شک ہوا ہے، نہ حضراتِ مفسرین کو اس میں کوئی تردّد ہے، یہ عقیدہ ہمیشہ سے بحث و تمحیص سے بالاتر رہا ہے۔ مفسرینؒ کی ساری بحث وکرید اور تحقیق وتوجیہ اس میں ہے کہ ''مُتَــوَفِّیکَ'' کا جو وعدہ بطورِ تمہید کیا گیا تھا اس کی تطبیق رفعِ جسمانی الی السماء کے قطعی عقیدے کے ساتھ کس طرح ہے؟ چونکہ ''توفی'' کا مفہوم کئی اِحتمالات کا حامل تھا، اس لئے حضراتِ مفسرینؒ نے ایک ایک اِحتمال کو لے کر اس کی تطبیق رفعِ جسمانی کے ساتھ کر دِکھائی۔

اگر اِسلامی عقیدے کو برقرار رکھتے ہوئے کسی آیت کی مختلف توجیہات کی جائیں تو یہ امر نہ صرف یہ کہ لائقِ اِعتراض نہیں بلکہ قرآنی معارف کے اَتھاہ سمندر سے موتی نکالنے کے مترادف ہے، جس کے لئے کلامِ اِلٰہی کے رمزشناس ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ ہاں! ایسی تأویل وتوجیہ، جو کسی اِسلامی اُصول سے ٹکرائے یا اُمت کے اِجماعی عقیدے کے خلاف ہو، یا قواعدِ زبان کے خلاف ہو، وہ ناقابلِ قبول ہے، اور ایسی تأویل کرنے والا تفسیر بالرائے کا مرتکب اور اِرشادِ نبوی:

"مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔" (مشکوٰۃ ص:۳۵)

ترجمہ:..."جس نے اپنی رائے سے قرآن کے معنی کئے، اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہئے۔"

کا مصداق ہے۔ آنجناب نے اگر اِمام رازیؒ کی تفسیر یا دیگر بڑی تفاسیر کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک جملے کے بارے میں کئی کئی توجیہات کی گئی ہیں، حتیٰ کہ اِقامتِ صلوٰۃ اور اِیتائے زکوٰۃ ایسے قطعی اَحکام میں بھی مختلف توجیہات ملیں گی، اب ان توجیہات کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ: "قرآنِ کریم کا کوئی حکم بھی قطعی نہیں، اگر قطعی ہوتا تو مختلف توجیہات کیوں کی جاتیں؟" کسی عاقل کے نزدیک دانشمندانہ طرزِ فکر نہیں ہوگا۔ ذرا ٹھنڈے دِل سے غور فرمائیے کہ "مُتَوَفِّیْکَ" کی متعدّد توجیہات سے اگر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کا عقیدہ...معاذ اللہ... مشکوک ہوگا تو کیا اسی منطق سے دِینِ اسلام کے تمام ارکان کو مشکوک نہیں ٹھہرایا جاسکتا...؟

آیت "مُتَوَفِّیْکَ" میں تفسیری اقوال کی تعداد:

۳:...آنجناب نے آیت: "مُتَوَفِّیْکَ" کے تفسیری اقوال کی تعداد تیرہ ذِکر کی ہے، اور مرزا خدابخش صاحب نے "عسلِ مصفیٰ" میں ان اقوال کی فہرست کو اَٹھارہ بیس تک پہنچادیا ہے۔ مگر یہ تعداد نہ تیرہ ہے، نہ اَٹھارہ، غلط فہمی کی بنا پر آپ نے اِختلافِ تعبیر کو بھی

اِختلافِ تفسیر سمجھ لیا ہے، یعنی ایک ہی مفہوم کو جو مختلف تعبیرات سے اَدا کیا گیا، آپ کے خیال میں ہر تعبیر جداگانہ تفسیر ٹھہری، خواہ مطلب ومفہوم میں وہ متحد ہوں۔ اور پھر لطف یہ کہ ان اوصافِ متعدّدہ کو جو بیک وقت جمع ہوسکتے ہیں آپ نے ”متضاد“ سمجھ لیا۔ اگر میں قلم روک کر بھی اس مقام کی تشریح کروں تو اس کے لئے بھی ایک اچھا خاصا رسالہ لکھنا پڑے گا، مگر صرف جناب کو توجہ دِلانے کے لئے یہاں مختصر سا اِشارہ کردینا ضروری سمجھتا ہوں، والعاقل تکفیه الإشارة!

الف:... جناب نے نمبر۱ پر ”من غیر تقدیم ولا تأخیر“ اور نمبر۲ پر ”فرض تقدیم والتأخیر“ کا ذِکر فرمایا ہے، حالانکہ یہ دونوں صورتیں باقی صورتوں میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ جمع ہوتی ہیں، اس لئے محض تعداد بڑھانے کے لئے ان دونوں کو الگ ذِکر کرنا غلط ہوگا۔

ب:... جناب نے نمبر۴ پر ”ممیتک حتف أنفک“ کو، نمبر۵ پر ”المراد بالتوفی حقیقة الموت“ کو ذِکر فرمایا ہے۔ غور فرمایئے کہ دونوں کا مفہوم ایک ہے تو ان کو الگ الگ نمبروں میں درج کرنے کا کیا جواز؟ بلکہ اسی کے ساتھ نمبر۷ ”ممیتک عن الشهوات“ کو بھی ملایئے، کیونکہ اس توجیہ میں بھی ”توفی“ بمعنی موت لے کر ہی تقریر کی گئی ہے۔

ج:... جناب نے نمبر۶ میں ”متوفیک نائمًا“ کو، اور نمبر۱۳ پر ”وههنا عنی به عن النوم“ کو ذِکر فرمایا ہے، فرمایئے! دونوں کے درمیان کیا اختلاف ہے؟

د:... نمبر۸ ”اخذ الشیء وافیا“ کو، نمبر۱۰ میں ”متوفیک أی قابضک“ کو، نمبر۱۱ میں ”میں تجھے بھرنے والا ہوں“ کو ذِکر کیا ہے، حالانکہ تینوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔

۴:... اگر جناب نے صحیح غور وفکر سے کام لیا ہوتا تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی اُلجھن پیش نہ آتی کہ آیتِ کریمہ: ”یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ“ میں ”وَرَافِعُکَ اِلَیَّ“ سے تو قطعاً ویقیناً رفعِ جسمانی الی السماء مراد ہے، جس میں کسی لائق

ذکر شخص کا کوئی اِختلاف ہی نہیں، اور اس کی تمہید کے طور پر جو "توفی" کا وعدہ فرمایا گیا ہے، اس کی متعدّد توجیہات ہیں، جو اپنی جگہ سب صحیح ہیں اور ان میں سے جس توجیہ کو بھی اِختیار کرلیا جائے دُرست ہے، لیکن اُصولی طور پر وہ بھی تین ہی چار میں سمٹ آتی ہیں۔

ایک یہ کہ "توفی" کے حقیقی معنی مراد ہیں، یعنی پورا پورا لینا، وصول کرنا، اسی کو بعض حضرات نے قبض کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے، بعض نے اِستیفائے عمر یا اِستیفائے عمل کے ساتھ، بعض نے تسلیم و وصول کے ساتھ، کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا جارہا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ انہیں یہود کی دست بُرد سے بچاکر اپنے قبضے و تحویل میں لینے والے ہیں، تو اس میں اِستیفائے عمر، اِستیفائے اجل، اِستیفائے عمل، عصمت عن القتل کے سارے مضامین از خود آجاتے ہیں۔

دوم:... یہ کہ "توفی" کے معنی یہاں موت کے لئے جائیں جو اس لفظ کے مجازی معنی ہیں، اس کی توجیہ ایک تو یہ ہوسکتی ہے کہ آیت میں تقدیم و تأخیر تسلیم کی جائے، یعنی موت کا وعدہ اگرچہ ایک خاص نکتے کی وجہ سے ذکر تو پہلے کیا ہے، لیکن وقوع اس کا آخری زمانے میں ہوگا۔ سیّدنا ابنِ عباسؓ نے اسی توجیہ کو لیا ہے، جیسا کہ درمنثور سے ان کا قول پہلے نقل کرچکا ہوں کہ:

"قال: إنّی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان۔" (ج:۲ ص:۳۶)

ترجمہ:... "فرمایا کہ: میں تجھے سرِدست اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں، پھر آخری زمانے میں تجھے وفات دُوں گا۔"

یہی توجیہ آنجناب نے تفسیر ثعالبی کے حوالے سے: "ونحوه لمالک فی العتبیة" کے الفاظ میں نقل کی ہے۔

سوم:... بعض حضرات نے یہاں "توفی" کو مجازی موت کے معنی میں لیتے ہوئے: "اجعلک کالمتوفی" اور "متوفیک نائمًا" کے ساتھ کی ہے۔ جس کی مفصل تقریر تفسیر کبیر میں اِمام رازیؒ نے فرمائی ہے، اور بعض صوفیاء نے اپنے ذوق کے

مطابق اسی مجازی موت کو "موت عن الشھوات" سے تعبیر کردیا۔

یہ تین توجیہیں تو عقیدۂ اسلام کے مطابق تھیں، جن میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ جو توجیہ بھی اِختیار کرلی جائے آیت کا مضمون بالکل واضح ہے۔ ان صحیح توجیہات کے علاوہ ابنِ اسحاق اور وہب بن منبہ نے نصاریٰ کا تین ساعت یا تین دن مردہ رہ کر زندہ ہونے کا قول نقل کیا تھا، اس کو اہلِ اسلام نے قبول نہیں کیا، تاہم بطورِ اِحتمال یہ توجیہ کردی کہ ممکن ہے کچھ دیر مردہ رہنے کے بعد بحالتِ حیات انہیں اُٹھایا گیا ہو۔ مگر چونکہ یہ قول خود ضعیف ہے اس لئے اگر اس توجیہ میں ضعف نظر آئے تو جائے تعجب نہیں۔

یہ ہے وہ تفسیری اِختلاف، جس کی بنیاد پر آپ ایک مُسلَّم الثبوت اور قطعی عقیدے کو "ظنی" ثابت کرنا چاہتے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ "مُتَوَفِّیکَ" کی صحیح توجیہات کرنے سے "رفع إلی السماء" کا عقیدہ کیسے مشکوک ہوگیا...؟

۵:... اگر آنجناب ذرا بھی غور وفکر سے کام لیں تو ایک اور نکتہ بھی لائقِ توجہ ہے۔ وہ یہ کہ قطعیت کا مطالبہ مدعی اور مستدل سے کیا جاتا ہے، نہ کہ مدعا علیہ اور مجیب سے! اب ہمارے زیرِ بحث مسئلے میں غور فرمائیے کہ ایک فریق "وفاتِ مسیح" ثابت کرنا چاہتا ہے اور وہ لفظ "مُتَوَفِّیکَ" کو دلیل میں پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع إلی السماء" کے قائل ہیں اور وہ دلیل میں "وَرَافِعُکَ اِلَیَّ" اور "وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللہُ اِلَیْہِ" کو پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اِستدلال کی قطعیت تو اسی سے ثابت ہے کہ از اوّل تا آخر پوری اُمت نے ان آیتوں میں رفع الی اللہ سے رفعِ جسمانی مراد لیا ہے۔ اس کے برعکس جو فریق لفظ "مُتَوَفِّیکَ" سے اس متواتر عقیدے کی نفی کرکے حضرت مسیح کی موت ثابت کرنے کے درپے ہے، یہ فرض اس پر عائد ہوتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ اس لفظ "مُتَوَفِّیکَ" سے بغیر کسی اِختلاف کے موت کے معنی مراد لئے گئے ہیں اور پوری کی پوری اُمت اسی ایک معنی پر متفق ہے، جس میں کسی دُوسرے اِحتمالِ صحیح کی گنجائش نہیں، اور مسلمانوں کی طرف سے اگر یہ ثابت کردیا جائے کہ اس لفظ کی اور بھی صحیح توجیہات ہوسکتی ہیں اور علمائے راسخین نے کی بھی ہیں، تو "إذا جاء

الْاِحتمال بطل الْاِستدلال'' کے قاعدے سے اس فریق کا اِستدلال اَزخود باطل ہوجاتا ہے جو اس لفظ سے وفاتِ مسیح ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس تقریر سے جناب کو اِحساس ہوا ہوگا کہ ''مُتَوَفِّیکَ'' کے لفظ میں تفسیری اِختلاف کا جو ہوّا کھڑا کیا جاتا ہے وہ خود انہی لوگوں کو مضر ہے، وہ غلطی سے وفاتِ مسیح کے قائل ہیں، مسلمانوں کو ذرا بھی مضر نہیں، کیونکہ یہ لفظ انہی لوگوں کا مدارِ استدلال ہے، مسلمانوں کا مدارِ اِستدلال ہی نہیں، مسلمانوں کا مدار جس لفظ پر ہے وہ لفظ ''رفع'' ہے اور یہ باجماعِ مفسرین رفعِ جسمانی کے لئے ہے۔

مجہول لوگوں کے حوالے حجت نہیں:

۶:... آنجناب نے سراج الدین کی ''حریدة العجائب وفریدة الرغائب'' سے اور شیخ محمد اکرم صابری کی ''اقتباس الانوار'' سے بعض لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نزولِ عیسیٰ سے بروزِ عیسیٰ مراد ہے۔ اگرچہ جناب کو تسلیم ہے کہ خود شیخ صابری نے ان لوگوں کی یہ کہہ کر تردید کردی ہے کہ: ''وایں مقدمہ بغایت ضعیف است'' (یہ نظریہ حد سے زیادہ کمزور ہے) لیکن آپ کا کہنا ہے کہ: ''اس گروہ کا پایا جانا ضروری ہے مسلمانوں میں۔'' میری گزارش یہ ہے کہ ایسے برخود غلط لوگ اب بھی ہیں، یقیناً پہلے زمانے میں بھی کچھ سرپھرے ضرور ہوئے ہوں گے، لیکن ایسے مبہم اور مجہول لوگ جن کا پتا نشان تک تاریخ کی کروٹوں کے نیچے دب کر مٹ چکا ہے، ان کو کسی علمی بحث میں بطورِ سند پیش کرنا اور اس کے ذریعے اسلامی عقائد پر خاک ڈالنے کی کوشش کرنا، کیا کسی سلیم القلب اور صحیح الفطرت آدمی کا کام ہوسکتا ہے؟ نظریات و اَفکار کے نگارخانے میں ہزاروں نہیں لاکھوں آئے اور اپنے اپنے کرتب دِکھاکر چلتے بنے، مگر ایک مؤمن کے لئے ان مداریوں کے نظریاتی شعبدوں میں کیا کشش ہوسکتی ہے؟ اس کے لئے خدا و رسول کے فرمودات اور سلف صالحینؒ اور اکابر مجدّدینؒ کا مسلک وعقیدہ ہی موجبِ اِطمینان ہے۔ ایسے مجہول الذات اور مجہول الاسم لوگوں کے اقوال کو اُچک کر سینے سے چمٹالینا انہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جن کا رشتۂ اِیمان

کٹ چکا ہو اور وہ وبال وضلال کی وادیوں میں اپنے پیشرووٴں کی طرح بھٹک رہے ہوں...!

کیا محققین نزولِ مسیح کے منکر ہیں؟

جناب نے ''بعض محققینِ ملتِ اسلامیہ'' کا موقف نقل کیا ہے کہ ''اُمتِ محمدیہ میں کسی مسیح ومہدی کی ضرورت نہیں، چونکہ دِینِ محمدی مکمل واکمل ہے۔'' اور جناب نے خود بھی اسی پر صاد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ''یہی عقیدہ صحیح ہے''۔ یہاں دو باتیں گوش گزار کرنے کی جسارت کروں گا۔ ایک یہ کہ زمانۂ سابق میں ملاحدہ وزَنادقہ کا ایک ٹولہ ایسا ہوا ہے جو اس عقیدۂ متواترہ کا منکر تھا، اور جن کو ائمۂ دِین نے اہلِ شریعت اور ملتِ اسلامیہ سے خارج قرار دیا تھا (جیسا کہ عقیدہ سفارینیؒ اور علامہ سیوطیؒ کا حوالہ پہلے نقل کرچکا ہوں)، اور دورِ جدید میں مسٹر پرویز وغیرہ یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اگر ''بعض محققینِ ملتِ اسلامیہ'' سے جناب کی مراد اسی قماش کے لوگ ہیں، تو میں جناب سے گزارش کروں گا کہ صرف ''عقیدۂ نزولِ مسیح'' پر کیا منحصر ہے، ان ''محققین'' کی پیروی میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، قربانی، وحی، ملائکہ، شیاطین وغیرہ وغیرہ کسی بھی چیز کی... بقول ان کے... اُمتِ محمدیہ کو ضرورت نہیں رہتی، بس ایک سرے سے دُوسرے سرے تک سارے دِین کا صفایا کردیجئے۔ اور اگر ''بعض محققین'' سے جناب کی مراد کچھ اور حضرات ہیں تو مجھے ان کے اسمائے گرامی معلوم کرکے بڑی خوشی ہوگی۔ میں یہ جاننا چاہوں گا کہ اِمام ابوحنیفہؒ، اِمام مالکؒ، اِمام احمد بن حنبلؒ، اِمام غزالیؒ، پیرانِ پیر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ، اِمام ابنِ تیمیہؒ، اِمام ابنِ قیمؒ، مجدّد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وغیرہ وغیرہ ہزاروں اکابر سے بڑھ کر کون ''محققین'' جناب کے ذہن میں ہیں، جن کا حوالہ دے کر ان اکابر کی تکذیب فرمائی جارہی ہے...؟ نہیں...! میں نے بات بہت نیچے سے شروع کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے بڑا ''دِین کا محقق'' آپ کس کو مانتے ہیں؟ یہ سارے اکابر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا اِعلان فرماتے ہیں، ان اکابر کے کچھ حوالے تو عرض کرہی چکا ہوں، اور جتنے آپ چاہیں عرض کرنے کو حاضر ہوں۔ کاش! آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف

صالحینؒ کے فرمودات پر اِعتماد کرکے اپنے ان "محققین" کی کج ادائی کا تماشا دیکھئے، وَبِاللهِ التَّوْفِیْقُ!

۷:... دُوسری گزارش میں آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کسی عقیدے کو صحیح یا غلط ٹھہرانا، میرا آپ کا کام نہیں، بلکہ ہمارا منصب، خدا ورسول کے بتائے ہوئے اس راستے پر چلنا ہے جس پر صحابہؓ وتابعینؒ چلے، اور جسے اکابرِ اُمت اور مجدّدینِ ملت نے نسلاً بعد نسلٍ تواتر وتسلسل کے ساتھ اپنایا۔ پہلی صدی سے لے کر ہماری رواں صدی تک، جس دور اور جس زمانے کے بارے میں آپ فرمائیں، میں اس کا ثبوت دینے کو تیار ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک، ہر زمانے کے مسلمان یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس اُمت میں دوبارہ تشریف لائیں گے (اور ذہن میں رکھئے کہ بات عام مسلمانوں کی نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ان اکابر واعاظم کی جن کا قرآن وحدیث کے دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے کے سوا کوئی مشغلہ ہی نہ تھا) کیا اس ثبوت وقطعیت کے بعد بھی کسی کو کوئی نیا نظریہ دِین کے معاملے میں تراشنے کا حق ہوگا...؟

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ: "قرآنی آیت خاتم النبیین اور حدیثِ صحیح: "لَا نبی بعدی" میں انقطاعِ نبوّت کا ذِکر ہے، "لَا نبی بعدی" میں "لَا" نفیِ جنس ہے، جو نکرہ پر داخل ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے، نہ پرانا، نبوّت ہر قسم کی بند ہے۔" جناب کو اس جگہ متعدّد غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔

اوّل:... یہ کہ جس طرح ختمِ نبوّت کی احادیث متواتر ہیں، ٹھیک اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی احادیث بھی متواتر ہیں، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا عقیدہ، ختمِ نبوّت کے منافی ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی متواتر خبر کیوں دیتے؟

دوم:... یہ کہ حدیثِ صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اِرشاد نقل کیا ہے جو انہوں نے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی بھری محفل

میں فرمایا تھا کہ: ''میرے رَبّ کا مجھ سے عہد ہے کہ قربِ قیامت دجال نکلے گا، تو میں اس کو قتل کروں گا۔'' (مسندِ احمد ج:۱ ص:۳۷۵، ابنِ ماجہ ص:۳۰۹، مستدرک حاکم ج:۴ ص:۴۸۸ و ۵۴۵، فتح الباری ج:۱۳ ص:۷۹)

اب انصاف فرمائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عہد کرتے وقت معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں؟ اور پھر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، حاضرینِ محفل انبیائے کرام علیہم السلام کو، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختمِ نبوّت کا مسئلہ معلوم نہیں تھا؟ اور صحابہ کرامؓ سے لے کر مجدد الف ثانیؒ تک تمام اکابرِ اُمت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر اِیمان رکھتے تھے، یہ سب کے سب آیت خاتم النبیین اور حدیث: ''لَا نبی بعدی'' کے معنی سے بے خبر تھے؟ آپ جو اپنی علمی قابلیت کے زور سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ ''لا نبی کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو کوئی نیا نبی آسکتا ہے، نہ پرانا'' اگر آپ کی یہ سینہ زوری چل جائے تو کیا اس سے خدا تعالیٰ کی، انبیاء علیہم السلام کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہؓ و تابعینؒ کی، ائمۂ دِین کی، مجددینِ اُمت کی، اکابرِ ملت کی تجہیل و تکذیب لازم نہیں آئے گی؟ عقل و شعور اور فہم و اِدراک کی دولت اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو بھی دے رکھی ہے، اس سے تھوڑا سا کام لے کر سوچئے کہ آج جو معنی اس حدیث کے آپ اِیجاد فرما رہے ہیں، آپ سے پہلے کسی کو بھی آخر کیوں نہ سوجھے؟ صد حیف! کہ تشریح آپ خدا اور رسول کے کلام کی فرما رہے ہیں، مگر تشریح ایسی کہ تکذیب اس سے تمام اکابرِ اُمت ہی کی نہیں، خود خدا اور رسول کی بھی ہورہی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں قرآن و حدیث پہلی بار آپ ہی کے ہاتھ لگے ہیں؟ یا یہ کہ آپ سے پہلے عربی زبان سے کوئی واقف تھا ہی نہیں...؟

سوم:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ مقدس: ''لَا نبی بعدی'' بالکل برحق ہے، مگر آپ نے تھوڑی سی زحمت ''بعدی'' کے لفظ پر غور کرنے کی بھی فرمائی ہوتی، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ نبوّت پر فائز ہونے کے بعد اَب کسی کو نبوّت نہ ملے گی، اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حصولِ نبوّت کا دعویٰ کرے،

وہ دجال وکذّاب شمار ہوگا۔ اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُوسرے عنوان سے یوں فرمایا ہے: ''**لَا نبوّۃ بعدی**'' کہ میرے بعد نبوّت نہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کون کہتا ہے کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت ملے گی؟ ان کو تو نبوّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پونے چھ سو سال پہلے مل چکی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ''**لَا نبی بعدی**'' کا اِرشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حصولِ نبوّت کی نفی کرتا ہے، جن انبیائے کرام علیہم السلام کو نبوّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی ہو، ان کے آنے کی نفی نہیں کرتا۔ آپ نے اپنے گرامی نامے کے صفحہ:۴ پر حافظ ابنِ حجرؒ کو ''شیخ الاسلام'' لکھا ہے، اگر میری بات پر اِعتبار نہیں تو اپنے ''شیخ الاسلام'' پر ہی اِعتبار کرلیجئے! وہ لکھتے ہیں:

''**فوجب حمل النفی علٰی إنشاء النبوّۃ لکل أحد من الناس لَا علیٰ وجود نبی قد نبیٔ قبل ذٰلک۔**''

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج:۱ ص:۴۲۵)

ترجمہ:... ''پس **لَا نبی بعدی** کی نفی کو اس معنی پر محمول کرنا واجب ہے کہ آئندہ کسی شخص کے حق میں نبوّت کا اِنشا وحصول نہیں ہوگا، اس سے کسی ایسے نبی کے وجود کی نفی نہیں ہوتی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے منصبِ نبوّت سے سرفراز کیا جاچکا ہو۔''

اس قسم کی عبارتوں کا ایک بڑا ذخیرہ میرے سامنے ہے، لیکن ماننے والوں کے لئے یہی ایک حوالہ کافی ہے، اور نہ ماننے والوں کے لئے دفتر بھی بے کار ہے۔ ان کی ''میں نہ مانوں'' کا علاج ہی کب ممکن ہے؟ خیر کسی کے ماننے نہ ماننے سے کیا غرض! اپنا کام منوانا نہیں، سمجھانا ہے، کوئی سمجھنا چاہے تو اس کی سعادت، نہ چاہے تو اس کی قسمت۔ اس لئے دو حوالے تو اور سن ہی لیجئے، پہلا حوالہ اِمام ابنِ حزمؒ کا ہے، وہ کتاب ''الفصل'' میں بعض کج رو لوگوں پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**وھٰذا مع سماعھم قول اللہ تعالیٰ: ''وَلٰکِنْ**

رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ" وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لَا نبى بعدى" فكيف يستجيز مسلم ان يثبت بعده عليه السلام نبيًّا فى الأرض حاشا ما استثناه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الآثار المسندة الثابتة فى نزول عيسٰى بن مريم عليه السلام فى آخر الزمان۔"

(کتاب الفصل ج:۳ ص:۱۸۰)

ترجمہ:... "اور یہ لوگ حق تعالیٰ کا اِرشاد "وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد: "لَا نبى بعدى" سننے کے بعد ایسی باتیں کرتے ہیں، پس کوئی مسلمان اس بات کو جائز رکھے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین کسی نبی کا وجود ثابت کرے؟ ہاں! جس شخصیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آثارِ مسندہ ثابتہ میں خود ہی مستثنیٰ فرمایا ہے یعنی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آخری زمانے میں نازل ہونا، وہ البتہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

اور دُوسرا حوالہ تیرھویں صدی کے شیخ الاسلام علامہ سیّد محمود آلوسی بغدادیؒ تفسیر "رُوح المعانی" کے مؤلف کا ہے، وہ آیتِ کریمہ: "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"ولَا يقدح فى ذٰلك ما اجمعت الأمّة عليه واشتهرت فيه الأخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوى ونطق به الكتاب علىٰ قول ووجب الإيمان به واكفر منكره كالفلاسفة من نزول عيسٰى عليه السلام آخر الزمان لأنه كان نبيًّا قبل تحلّى نبينا صلى الله عليه

وسلم بالنبوّة فی هٰذا النشأة۔‘‘

(تفسیر رُوح المعانی ج:۲۲ ص:۳۴)

ترجمہ:… ’’اور اس (ختمِ نبوّت) میں رخنہ انداز نہیں وہ عقیدہ جس پر اُمت کا اِجماع ہے، جس میں احادیث مشہور ہیں، جو غالباً تواترِ معنوی کی حد کو پہنچتی ہیں، جس پر کتاب اللہ ناطق ہے، جس پر اِیمان لانا واجب ہے اور جس کے منکر کو، جیسے کہ فلاسفہ، کافر قرار دیا گیا ہے، میری مراد آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ ہے۔ (اور یہ عقیدہ ختمِ نبوّت کے منافی اس لئے نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت نہیں ملے گی) اس لئے کہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالمِ وجود میں زیورِ نبوّت سے آراستہ ہونے سے پہلے ہی نبی تھے۔‘‘

اگر جناب واقعتاً اِفہام و تفہیم کے جذبے سے ملاحظہ فرمائیں تو یہی ایک حوالہ جناب کی ساری غلط فہمیوں کے دُور کرنے کے لئے کافی ہوسکتا ہے، اس لئے اسی پر اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو ختم کرتا ہوں، وَاللهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ!

اور ہاں! یہ تو عرض کرنا ہی بھول گیا کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا ہمارے دِین کی تکمیل کے لئے نہیں۔ دِین بلاشبہ چودہ سو سال سے کامل و مکمل چلا آرہا ہے، ان حضرات کی آمد دِین کی تکمیل کے لئے نہیں، بلکہ تنفیذ (نافذ کرنے) کے لئے ہوگی۔ منشائے خداوندی یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تمام اَدیان کو مٹا کر اِنسانیت کو دِینِ اسلام پر جمع کردیا جائے۔ پس حضرت مہدیؓ اُمتِ محمدیہ کی اِصلاح کے لئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنۂ دجال (جو یہودی ہوگا) کو فرو کرنے اور یہود و نصاریٰ کے شرور و تحریفات کو مٹانے کے لئے آئیں گے۔ اس ناکارہ نے کوشش کی ہے کہ آنجناب کے تمام شبہات کو ایک ایک کرکے صاف کردیا جائے، آنجناب نے اپنے خط

میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ محض حق طلبی کے لئے خط لکھ رہے ہیں۔ اس لئے اب میں آنجناب سے بجا طور پر توقع رکھتا ہوں کہ آپ انصاف و دیانت سے کام لیتے ہوئے عقیدۂ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر اِیمان رکھیں گے، اور اُمت کے اس اِجماعی اور قطعی عقیدے سے اِنحراف کرکے ملحدین کی صف میں شامل نہیں ہوں گے۔ وَاللهُ الْمُوَفِّقُ لِكُلِّ خَيْرٍ وَّسَعَادَةٍ!

فقط

محمد یوسف لدھیانوی

۲۶/۱۲/۱۳۹۹ھ